Fikr-o-Nasar (Islamabad) 28-29:4,1-2 (1991)

اسلامی اندلس میں سیرت نگاری کا ارتقاء

ڈاکٹر نثار احمد

تاریخ کے بعض حقائق اپنے بیان میں اتنے ناگزیر ہوتے ہیں کہ جنکی تکرار کے بغیر مختلف امور کی وضاحت نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی گفتگو نتیجہ خیز ثابت ہو سکتی ہے۔ شاید اسی لئے اسلامی اندلس کی تاریخ کے حوالہ سے مجملاً یا مفصّلاً ابتک جو کچھ لکھا گیا ہے (۱) اسمیں بعض باتوں کا اعادہ اکثر و بیشتر کیا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ اپنے موضوع بحث کے آغاز میں ہم بھی اسلامی اندلس کے مجموعی تناظر میں بعض تاریخی حقائق کا اعادہ ضروری سمجھتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ :۔

(ا) جزیرہ نمائے اندلس کی طرف مسلمانوں کی توجہ اگرچہ اُس وقت سے مبذول ہوئی جبکہ خلیفۂ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں افواج اسلامی کی بحری قوت کو منظّم کیا گیا(۲) اور پھر رفتہ رفتہ اسلامی بحری بیڑہ اس قابل ہوتا چلا گیا کہ سمندری راستوں سے دشمنان اسلام کی یلغار روک سکے ، مملکت اسلامی کی سرحدوں کی حفاظت کر سکے اور دلیر و گستاخ حملہ آوروں کی مناسب تادیب کر سکے۔ تاہم اُس سر زمین کی باقاعدہ فتح (۳) اور اُس علاقہ میں مسلمانوں کے اختیار و اقتدار کا آغاز عہد اُموی (۹۱ ، ۹۲ ھ/ ۷۱۱ ء/ پہلی صدی ہجری/ ۸ ویں صدی عیسوی) میں ہوا۔ (۴)

(ب) اندلس میں مسلمانوں کی عسکری پیشقدمی اور سیاسی فتح جتنی شاندار و حیرت انگیز تھی ۔ کم و بیش آٹھ سو سال کی حکمرانی کے بعد مسلمانوں کے اقتدار کا انحطاط و زوال (۵) اور بالآخر وہاں سے اُن کا کلیةً اخراج اُس سے بھی زیادہ عبرت ناک ثابت ہوا ۔ (٦)

(ج) اسلامی اندلس میں اگرچہ مسلمانوں کی سیاسی فتوحات ، بحروبر پہ انکا تصرّف ، قائدانہ کارنامے اور مردانگی و فرزانگی کے اَنْ گنت واقعات ناقابل فراموش حیثیت رکھتے ھیں ۔ تاھم اُن کے عہد اقتدار کی اصل اھمیت اس بات میں ہے کہ انھوں نے تہذیب و تمدن ، ثقافت و حضارت ، اور علوم و فنون کی ایسی شمعیں روشن کیں جن سے اندلس کے ھی بام و در روشن نہیں ھوئے بلکہ یورپ کے کلیۂ تاریک میں بھی سحر نمودار ھوئی ۔ چنانچہ یہ مسلّمات میں داخل ہے کہ یورپ کی نشأة ثانیہ دراصل مسلمانان اندلس کی رھین منت ہے (۷) چنانچہ بقول رابرٹ بریفالٹ ,,یورپ کی حقیقی نشأة ثانیہ پندرھویں صدی میں نہیں بلکہ عربوں اور موروں کی احیائے ثقافت کے زیر اثر وجود میں آئی ۔ یورپ کی نئی پیدائش کا گہوارہ اٹلی نہیں ھسپانیہ تھا ،، ۔ (۸)

(د) یہ بات بھی کم و بیش متفق علیہ ہے کہ اسلامی اندلس میں جس وقت ذھنی و فکری بالیدگی اپنے عروج پر تھی اور علمی تعلیمی سرگرمیاں نصف النہار پر ، تو ھمسایہ یورپی ممالک گویا ھنوز طفل مکتب تھے اور بمشکل حرف شناسی کی منزل سے گذر رھے تھے ۔ چنانچہ ڈاکٹر ڈنلپ اندلسی مسیحی مصنّف Andres کا یہ قول بغرض تنقید نقل کرنے کے باوجود اس کی صحت سے انکار نہ کر سکا کہ : ,,جس زمانے میں مسیحی تعلیمی ادارے محض سادہ و آسان حساب

کی مشقیں کرا رہے تھے اور گرجا میں گانا،گانا سکھا رہے تھے اُسوقت تک اندلسی عربون کے سفراء لاطینی و یونانی زبانوں کی ایسی معیاری کتابوں کی تلاش میں تھے (جنکو عربی میں منتقل کیا جا سکے) ۔ کونیات و فلکیات کے مطالعہ کے لئے رصدگاھیں قائم تھیں ۔ ———— معلومات میں اضافہ کے لئے علمی اسفار معمول کی بات تھی اور ایسی درسگاھیں قائم تھیں جہاں ہر قسم کے علوم و فنون کی تعلیم دی جاتی تھی ۔ ،، (۹)

اسلامی اندلس میں تعلیم و تعلّم کے غایت اھتمام کے سبب ,,غابر الاندلس و حاضرھا ،، جیسی محققانہ کتاب کا مصنف اُس وقت کے اندلس کو ایسا ,,کعبۃ العِلم ،، قرار دیتا ہے جسکی طرف وفورِ شوق سے فرانس ، اٹلی اور دوسرے ممالک سے لاتعداد زائرین (ذھین طلباء) اس طرح کھچ کھچ کر آتے تھے جسطرح آجکل حصول علم کے شوق میں طلباء فرانس، جرمنی، برطانیہ، ھالینڈ وغیرہ کی جامعات کا رخ کرتے ھیں (۱۰) ۔ اس سر زمین کو ,,کعبۃ العلم،، بنانے میں جن عوامل نے خاص طور پر حصہ لیا وہ پانچ تھے ۔ (۱) طلب علم کی جستجوئے پیہم رکھنے والے طلباء (۲) علم و کردار سے مرصع علماء، محققین اور اساتذہ (۳) لاتعداد درسگاھیں (مدارس و جامعات) (۴) ان گنت لائبریریاں،لاکھوں کتابیں اور (۵) علم دوست،علم پرور حکمراں ۔

(٥) ایک مصنف کا یہ کہنا کہ ,,اگر مسلمان اسپین اور سسلی نہ جاتے تو یورپ بربریت،فلاکت اور انتہائی بداخلاقی کی دلدل سے کبھی نہ نکل سکتا ،، (۱۱) یقیناً مبالغہ آمیز قرار نہیں دیا جا سکتا ۔ بلکہ پندرھویں صدی میں اس پر ایک اور مہر تصدیق اُس وقت ثبت ہو گئی جبکہ مسلمانوں کے اخراج کے معاً بعد گویا آسمان علم کے تمام شمس و قمر ڈوب گئے اور اندلس جہالت و بربریت کی تاریکیوں میں

پھر سے گھر گیا ۔ چنانچہ لین پول جیسا بالغ نظر مصنف مسلمانوں کے اخراج اور جلاوطنی پر خوش ہونے والے مسیحیوں کو مطعون کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ فریب خوردہ اسپینی یہ جانتے ہی نہ تھے کہ کیا کر رہے ہیں ؟ مسلمانوں کے نکالے جانے پر جز وقتی خوشی کے سوا کیا حاصل ہو سکتا تھا ؟ وہ تو یہ سمجھنے سے بھی قاصر رہے کہ انھوں نے اپنے ,,مرغ زریں،، کو ہلاک کر دیا ہے آہ ! وہ مسلمان چلے گئے جن کے زیر سایہ اندلس سینکڑوں برس تک بے مثل تہذیب و تمدن کا مرکز اور تمام علوم و فنون کا سر چشمہ بنا رہا ۔ جن کی بدولت اسے صدیوں کوثر علمی اور کعبۂ تہذیب بننے کا فخر حاصل رہا (۱۲) ۔ پھر آخری جملوں میں لین پول یوں نوحہ کناں ہوتا ہے کہ مسیحیوں نے مسلمانوں کو جلاوطن کرکے ان کے نام ونشان مٹا ڈالے، تب بھی اندلس میں کچھ عرصہ جھلملاھٹ تو رہی، مگر اس مانگے کی روشنی سے ، جو ان کی اپنی نہ تھی ۔ بلکہ چاند کی روشنی کی طرح مستعار اور عطائے خورشید!اس لئے چند ہی دنوں بعد کیا ہوا ؟ چاند کو گرہن لگ گیا اور پھر ایسی گھری تاریکی پھیل گئی جس میں ملک و قوم آج تک ملتبس چلی آتی ہے (۱۳) ۔

یہ اندھیرا اُن کے اپنے کرتوت کا نتیجہ تھا ۔ ایک ایک کر کے سب روشنیاں وہ خود گل کرتے چلے گئے ۔ مذہبی جنون و تعصّب ، تنگ نظری ، جہالت و بربریت کا کون سا نمونہ اُنکے ہاں نہیں ملتا ؟ (۱۴) مسلمان نکلے تو علماء فضلاء ، فلاسفہ،حکماء کا وہاں قحط پڑ گیا ، فکر و دانش کی آبرولُٹ گئی ، علم و تحقیق کی بساط لپٹ گئی ، اس پر مستزاد علم دشمن مسیحیوں نے سینکڑوں لائبریریاں نذر آتش کر دیں ، لاکھوں کتابیں جلا ڈالیں (۱۵) ، درسگاھوں پر تالے ڈالدیئے ، لوٹ مار قتل و غارتگری کی آندھیوں نے بھرے پُرے شہر اجاڑ دیئے ،

تہذیب و ثقافت کی لہلہاتی فصلیں تباہ کر دیں ۔ ان تمام باتوں کا نتیجہ صاف ظاہر ہے کیا نکل سکتا تھا ؟ نہ روشن چراغ رہے نہ روشن دماغ،پس اندھیروں نے ڈیرے جما لیے ۔

(۲)

یہ صحیح ہے کہ اندلسی مسلمانوں کے تہذیبی و تمدنی کارناموں کے بارے میں ابتک مختلف زبانوں میں ، مختلف سطحوں پر ، کتابوں ، کتابچوں ، رسالوں اور مقالوں کی شکل میں اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ ان کا استسقاء بھی ممکن نہیں ، پھر مختلف علوم و فنون کے حوالہ سے قدیم و جدید علماء و محققین کی نگارشات بھی عرصۂ دراز سے علمی حلقوں میں معروف و متداول ہیں لیکن یہ بھی امر واقعہ ہے کہ مذکورہ بالا حوالوں سے جو کچھ لکھا گیا ہے انمیں اکثر وبیشتر مصنفین کی توجہ یا تو طبعی اور سائنسی علوم کی طرف رہی ہے یا نظری ، فکری ، معاشرتی علوم و فنون کی طرف-مثلاً طب ، ریاضی ، ھندسہ ، منطق و فلسفہ ، کلام ، طبیعات و کیمیا ، نحو و لغت، ھیئت و فلکیات ، نجوم وارضیات ، جغرافیہ ، فلاحت ، زراعت ، صنعت و حرفت ، شعر و ادب ، تعمیرات ، موسیقی،مصوری ، خطاطی ، نقّاشی، اور متعلقات میں ترویج و ترقی اور متعلقہ میدانوں میں ممتاز علماء کے کارناموں کا جائزہ لیا جاتا رہا ہے ۔ قرطبہ و غرناطہ کے قصور و محلات اور الزھراء کے عجائبات کے بارے میں ھر ایک رطب اللّسان ہے بنابریں یہ امر باعث تعجب ہے کہ دینی علوم میں سے تفسیر ، حدیث و فقہ اور تاریخ سے عموماً اور سیرت نگاری سے خصوصاً بہت بے اعتنائی برتی گئی ہے ۔ نتیجتاً ھمارے قدیم و جدید مآخذ ، اور عربی،

اردو ، انگریزی ، کی چھوٹی بڑی کتابوں میں بھی تفصیلات کا فقدان ہے۔ عام طور پر مفسّرین ، محدثین ، فقہا اور اصحاب سیر کے کچھ نام گنا دینے پر اکتفا کر لیا جاتا ہے ، یا زیادہ سے زیادہ اُن کے تعارف پر مبنی چند جملے اور کچھ اشارات ۔ قابل لحاظ مواد بہرحال نہیں پایا جاتا ۔ چنانچہ علامہ ابن الفرضی (م ۴۰۳ھ) کی مشہور کتاب (تاریخ العلماء والرواۃ للعلم بالاندلس) میں یہی کچھ ہے (۱٦) ۔ علامہ ابن حزم (م ۴٥٦ ھ) کے رسالہ میں (جو علامہ المقرّی (م ۱۰۴۱ ھ) نے نفح الطیب میں نقل کیا ہے) (۱۷) مختلف علوم و آثار کے ممتاز علماء کی فہرست ، کتابوں کے نام اور کہیں کہیں مختصر تعارف اور برائے نام تبصرہ ہے اور بس ۔ پھر خود مقرّی نے ابن سعید کا ذیلی اور خود اپنا جو اضافہ شامل کیا ہے اسمیں بھی ایجاز و اختصار نمایاں ہے (۱۸) ۔ کم و بیش یہی حال ابن بشکوال (م ٥۷۸ ھ) کی کتاب الصلة کا ہے (۱۹) ۔ ہاں حمیدی (م ۴۸۸ ھ) کی جذوۃ المقتبس میں نسبتاً زیادہ تفصیل ہے (۲۰) ۔ ابن خلکان (م ٦۸۱ ھ) کا بیان بھی بعض علماء کے بارے میں بڑا مفصل ہے (۲۱) البتہ علامہ سخاوی (م ۹۰۲ ھ) نے بالالتزام کتب سیرت اور اصحاب سیر کا الگ عنوان کے تحت ذکر کیا ہے (۲۲) ۔

عربی کے علاوہ اردو زبان میں لکھی جانے والی کتابوں میں بھی صورت حال کم و بیش یکساں ہے ۔ مثلاً نواب ذوالقدر جنگ بہادر نے اپنی کتاب (خلافت اندلس) کے دوسرے ایڈیشن (۱۹۳۳ ء) کے باب چہارم میں جن علمائے اندلس کے حالات کا اضافہ کیا ہے انمیں سیرت نگاری کا حوالہ صرف تین علماء کے ضمن میں ہے (۲۳) ۔ رشید اختر ندوی کی تہذیب و تمدن اسلامی میں علی ادبی ثقافتی جائزہ لیتے ہوئے علماء اور کتابوں کے نام اور محض سرسری سا تذکرہ پایا

جاتا ہے (۲۴) عبدالقوی ضیاء کی ہزار صفحات پر ,,تاریخ اندلس،، میں اگرچہ حوالوں کا اہتمام نہیں لیکن ایک پورا باب (۹۳۱ تا ۹۸۴) مختلف علوم و فنون کے علماء و آثار کے لئے مختص ہے تاہم چند مؤرخوں کے نام (ابن حبان ، ابن بشکوال،ابن حزم ، ابن بسام ، ابن عبدالبر) اور انکے لئے چند اچھے الفاظ سے آگے کچھ نہیں (۲۵)۔ برق کی کتاب (یوزپ پر اسلام کے احسان) مجموعی طور پر اچھا تاثر قائم کرتی ہے، اور باب پنجم (۱٦٦ تا ۲۹۹) میں اسلامی علوم و فنون کے بہت سے حوالے درج ھیں تاہم باضابطہ طور پر سیرت نگاران اندلس کا کوئی تذکرہ نہیں۔ یہی حال دوسری کتابوں کا ہے۔ مزید برآں سیرت نگاری کے حوالہ سے انگریزی میں بروکلمان ، فلپ حتّی ، امیر علی وغیرہ کے یہاں کوئی مواد نہیں پایا جاتا۔

اس تفصیل کی رو سے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ سیرت نگاری اور سیرت نگاران اندلس کے باب میں بہت تشنگی پائی جاتی ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اسلامی اندلس کا نئے سرے سے علمی تاریخی جائزہ لیا جائے اور دیکھا جائے کہ مسلمانوں کے عہد اقتدار میں سیرت نگاری کے رجحانات نے کسطرح نشوونما پایا ، اس سلسلے میں ممتاز علماء و محققین کی کتابوں اور کارناموں کا تعارف بھی ناگزیر معلوم ہوتا ہے زیر نظر مقالہ اسی علمی ضرورت کو پورا کر نیکی ایک حقیر سی کوشش ہے۔ لیکن اس وضاحت کے ساتھ کہ یہاں سیرت نگاری کے جائزہ میں ہم سیرت رسول کے تمام گوشوں (حیات ، سوانح ، شمائل ، خصائل ، فضائل ، کردار اور کارناموں) کو شامل سمجھتے ھیں (۲٦)۔

(۳)

سیرت نگاری کا باقاعدہ آغاز خلافت راشدہ (عہد صحابہ) کے بعد خلافت بنو امیہ دمشق (تابعین) کے زمانہ میں ہوا۔ پھر یہ سلسلہ رفتہ رفتہ آگے بڑھتا رہا یہانتک کہ اُسے عروج و ارتقاء خلافت عباسیہ بغداد کے عہد میں حاصل ہوا (۲۷)۔

جزیرہ نمائے اندلس پر اسلامی اقتدار اُسکی فتح (۹۲ھ/۷۱۱ء) کے بعد ہی قائم ہو گیا تھا ۔ اور خلافت کی طرف سے وہاں والیوں اور گورنروں کا تقرر کیا جاتا رہا، لیکن اس سرزمین کو قرار واقعی اہمیت اس وقت حاصل ہوئی جب مشرق میں انقراضِ خلافت کے بعد (۱۳۸ھ/۷۵٦ء میں) عبدالرحمن الداخل نے اندلس پہنچ کر ایک آزاد و خود مختار حکومت قائم کر لی ۔

کہا جا سکتا ہے کہ (الداخل سے پہلے) اندلسی حکومت کا دور ولایت سیاسی اعتبار سے چند ایک واقعات کے سوا ، کوئی غیر معمولی اہمیت نہیں رکھتا، اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی رو سے وہ اندلس کی تاریخ کا غیر واضح دور ہے جس میں عرب قبائل کی باھمی رقابتیں اسپین مین نئے سرے سے ابھر آئیں، نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں زبردست سیاسی انتشار پیدا ہو گیا (۲۸)۔ ہمارے نزدیک اندلسی تاریخ کا یہ ابتدائی (۴۵ ، ۴٦ سالہ) دور (۹۲ھ ـ ۱۳۸ھ/ ۷۱۱ء ـ ۷۵٦ء) سیاسی اعتبار سے چاہے جتنا بےوقعت قرار دیا جائے ، اپنے اسلامی تشخص اور اس دور میں ہونے والی دینی/ مذہبی نمود کے لئے ، اسکو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ، ذرا اسکی اٹھان تو دیکھئے ! یہ تاریخی واقعہ ہے کہ اُس سر زمین پر قدم رکھتے ہوئے مجاھدین اسلام نے اللہ کا نام لیا تھا اور اُسی کی رضا اور خوشنودی

کے لئے مسلسل معرکہ آراء رہے ۔ طارق بن زیاد کا وہ اوّلین تاریخی خطبہ (۲۹) جس نے اندلس میں گویا فتوحات کا صور پھونکا ، ثابت کرتا ہے کہ مسلمان مال غنیمت کے شوق میں یا محض کشور کشائی کے سفلی مقاصد کے لئے یہاں نہیں پہنچے تھے بلکہ انکا مقصد اعلاء کلمة الحق کے سوا کچھ نہ تھا ۔ چنانچہ طارق کے خطاب میں یہ الفاظ مقصد و مدعا کا صاف صاف اظہار کرہے ہیں ۔ ,,[لیکون حظه منکم ثواب الله علی اعلاء کلمة و اظهار دینه بهذه الجزیرة] پھر یہی مقصد یہی جذبہ الفاظ کے پیرھن میں طارق کے لبوں پر یوں نغمہ زن ھوا (۳۰)

رکبنا سفینا بالمجاز قیصرا

عسیٰ ان یکون الله منا قد امــرسی

نفوساً واموالاً واهلابجنیة

اذا ما اشتهینا الشی فی تیسـرا

ولسنا بنالی کیف سألت نفوسنا

اذا نخن أدرکنـا الـذی کان اجدرا

موسیٰ بن نصیر، جس نے اندلس کی تمام تر فتوحات کی بڑے سلیقه سے منصوبه بندی کی تھی ۔ پہلے جس نے اپنے فرستادوں (طریف و طارق) کے ذریعه اور پھر خود وھاں پہنچ کر جہاد کیا تھا ، چہار جانب اسلامی پرچم لہرایا تھا ، اور جو تمـام مہمات کی قیادت و سیادت کر رہا تھا دوسری تمام حیثیتوں کے ساتھ ساتھ وہ مسلمه طور پر ایک ,,تابعی ،، بھی تھا (۳۱) ۔ اور جہاد اندلس میں اس کے ساتھ تابعین ، زھاد ، عباد ، علماء اور صلحائے امت کی جماعت نے بھی شانه به شانه حصه لیا تھا (۳۲) ۔ بلکه روایت کی رو سے (جسے عام طور پر بیان نہیں کیا جا تا) صغار صحابه میں سے ایک صحابیؓ رسولؐ جناب منیذرؓ نے بھی وھاں قدم رنجه فرمایا تھا (۳۳) ۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اسلامی / دینی / مذہبی رحجانات کی جو فصل فتح اندلس کے وقت موسی بن نصیر ، طارق بن زیاد ، (صحابہ و) تابعین، مجاہدین اسلام ، اور متقین و علماء نے لگائی تھی وہ بعد میں بھی نمو پاتی رہی یہانتک کہ اسلامی اندلس کے آئندہ ادوار میں لہلہانے لگی ـ ہمارے مؤرخین و مصنفین کے ہاں اس نکتہ کو عام طور پر درخورِ اعتنا نہیں سمجھا جاتا مگر یہ حقیقت ہے کہ یہ اُن ہی کی مساعئ جمیلہ اور خلوصِ نیت کا کرشمہ تھا کہ وہاں دین کا چرچا بہت ہوا ـ دینی علوم کا حصول مسلمانان اندلس کی ثقافتی سرگرمیوں کا اہم ترین حصہ بنا رہا اور اسی ماحول نے آگے چل کر سیرت نگاری کے رجحانات کو فروغ بخشا ـ اگر صرف ابن الفرضی ، الحمیدی اور ابن بشکوال کی کتابوں کو ہی سامنے رکھا جائے تو اندلس کے سینکڑوں مفسرین قرّاء ، محدثین اور فقہاء و قضاۃ کی فہرست بہ آسانی مرتب کی جا سکتی ہے ـ

(۳)

عبدالرحمن الداخل کے بعد جس خود مختارانہ ,,دور امارت ،، کا آغاز ہوا ، اور جو عبدالرحمن کے اعلان خلافت (۷۵٦ـ ۹۲۹ / تقریباً پونے دو سو سال) تک جاری و ساری رہا،کئی لحاظ سے پیش رفت کا حامل ہے : ـ

(۱) دینی مذہبی روایات اسی دور میں مستحکم ہوئیں ، علمی تعلیمی سرگرمیوں نے فروغ پایا ، تحصیل دین کا عام مذاق مسلمانوں میں بیدار ہوا ، مدارس قائم ہوئے ، مساجد تعمیر ہوئیں جو صرف عبادت گاہیں نہ تھیں بلکہ تعلیم و تدریس کے ایسے مراکز بھی ، جو ذخیرہ ہائے کتب سے مالا مال تھے اور جہاں مقامی آبادی کے علاوہ

دوسرے علاقوں سے عموماً اور یورپ کے مختلف حصوں سے خصوصاً ، تشنگان علم آتے تھے اور دینی و دنیوی علوم سے بہرہ ور ہوتے تھے ، اور جن میں سے اکثر کو بعد میں بین الاقوامی شہرت کی جامعات کا درجہ حاصل ہوا۔

(ب) تعلیم کے ساتھ تربیت کا اہتمام ہوا ـ صدھا محدثین ، فقہاء اور شیوخ و اساتذہ کے حلقہ ہائے درس قائم ہو گئے ـ اور ظاہری باطنی اسباق پڑھانے کے لئے شہر شہر ، قریہ قریہ علماء، فضلاء ، مفسرین، مجتہدین، صالحین و متورعین اپنی اپنی مسندیں بچھا کر جہاں جہاں بیٹھ گئے ، طلباء جوق در جوق شرف ہم نشینی کے لئے وہاں امڈ آئے ـ جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ ایسے ایسے شہر جہاں پہلے جہل کی خاک اڑتی تھی اور فکر و دانش بالکل اجنبی تھے تمدن و حضارت کا مرکز اور نغمگتی علم سے رشک ارم بن گئے ـ چنانچہ اشبیلیہ، البیرہ، المریہ، استجہ، بلنسیہ، باجہ، بجانہ، بطلیوس، جیان، سرقسطہ، شاطبہ، شذونہ، طلیطلہ، طرطوشہ، غرناطہ ، قرطبہ، قرمونہ، لورقہ، ماردہ، وشقہ اور دوسرے بیسیوں شہر، علماء کی کثرت اور علم و حکمت کی افراط سے پہچانے جانے لگے (۳۳) ـ

(ج) دینی علوم کے حوالہ سے بطور خاص حدیث و سنت کی تحصیل اور فقہی رہنمائی کے لئے اندلس والوں کی نگاہیں مکہ و مدینہ کی طرف اٹھیں ـ اور پھر جذب و شوق نے اُنھیں بادیہ پیمائی پر مجبور کر دیا ـ حجاز میں اُس وقت امام مالک کا ڈنکا بج رہا تھا ، اس لئے علمائے اندلس کی کثیر تعداد نے اُن سے استفادہ کیا اور ان سے روایت حدیث کا فخر حاصل کیا ـ عالم اسلام کے دوسرے علاقوں میں بھی ائمہ مجتہدین ، محدثین ، فقہا اور متورعین ، اصحاب الرائے ، اھل الحدیث ، اساتذہ و محققین کی کثرت تھی ، اس لئے

اندلسی طائران شوق کی پرواز محدود نہ رہ سکتی تھی ۔ دمشق، شام ، کوفہ ، بغداد ، بصرہ، مصر ، اسکندریہ، ہر جگہ علم و حکمت کی فراوانی تھی ، یہ قدر ہمت اوست ، ہر ایک کسی نہ کسی کعبۂ علمی کے طواف میں مصروف ہو گیا ، حصول علم سے فارغ ہو کر جب انہی حضرات نے اندلس مراجعت فرمائی تو کچھ ہی عرصہ میں اندلس کے درو دیوار سے قال اللہ، قال الرسولؐ کی صدائیں بلند ہونے لگیں ۔

یہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ دینی و مذہبی دائرے میں اندلس نے سب سے زیادہ اثر امام مالک (م۱۷۹ھ) کا قبول کیا. لیکن اسکا مطلب یہ نہیں لیا جانا چاہئیے کہ حدیث و اثر کی مالکی روایت اور مالکی فقہ کے علاوہ دیگر فقہی رحجانات وہاں متعارف نہیں ہوئے ۔ اگر زمانی ترتیب کو پیش نظر رکھا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ پہلے پہل وہاں اوزاعی مکتب فکر نے رسائی حاصل کی ۔ چنانچہ ابن الفرضی کی تصریح کے مطابق صعصعہ بن سلام الشامی عبدالرحمن الداخل کے زمانہ میں فتوی دیا کرتے تھے ۔ امام اوزاعی سے روایت حدیث کرتے تھے اور وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے احادیث کو اندلس میں رواج دیا ۔ انکا انتقال ۱۸۰ ھ میں ہوا (۳۵) ۔ اسی دوران مالکی اثرات کا عمل دخل شروع ہوا ۔ اور ان محدثین کبار کی کوششیں رنگ لائیں جنھوں نے خود امام مالک کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کیا اور موطا کی سماعت کی ۔ مثلاً ابو محمد الغازی بن قیس (الداخل کے عہد میں علمی سفر اختیار کیا اور امام مالک سے موطاسنی ، انتقال ۱۹۹ ھ میں ہوا (۳٦) زیاد بن عبدالرحمن اللخمی (حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی اولاد میں سے تھے) (۳۷) شیطون بن عبداللہ (م ۲۱۲) (۳۸) عبدالرحمن بن موسی الھواری

(الداخل کے زمانہ میں امام مالک کے علاوہ سفیان بن عیینہ سے بھی سماعت کی، قرآن کی ایک تفسیر بھی لکھی) (۳۹) اور سب سے زیادہ شہرت پانے والے محدث وفقیہ ابو محمد یحیی بن یحی بن کثیر (بن دسلاس وقیل وسلا سن بن شمالی بن منغایا اللیثی) جو امام مالک کے آخری زمانہ میں حاضر خدمت ہوئے جب ان کی عمر صرف ۲۸ سال تھی ۔ اور جنکی جبین سعادت کو دیکھ کر امام صاحب نے انہیں ,, عاقل اھل الاندلس کہا ،، (۳۰) اور جو اپنے اھل وطن میں واقعی عقل وخرد ، غلبہ و اثر کے اعتبار سے سب پر بازی لے گئے۔ ان اصحاب مالک سے استفادہ کرنے والوں کا تو شمار بھی مشکل ہے (۳۱) ۔

(د) دین کی طرف مسلمانوں کی عام رغبت ، علماء و محدثین کی تعلیمی تدریسی سرگرمیوں ، اساتذہ و محققین کی کاوشوں کے ساتھ ساتھ اس دور میں باذوق حکمرانوں کی عالی ظرفی اور انکی طرف سے حوصلہ افزائی نے حالات کو دینی علوم و فنون کے لئے خصوصاً اور حدیث و سیرت کی بالیدگی کے لئے خصوصاً زیادہ سازگار بنا دیا ۔ دور امارت کے اکثر صاحبان اقتدار خود علم و ادب کا ذوق رکھنے والے ، عالم فاضل، مذہب، علماء فقہا، اور محدثین کی توقیر کرنے والے تھے۔ اس طرز عمل اور رویہ کا اظہار عبدالرحمن الداخل نے شروع کیا (۳۲) کیا جبکہ اس کے جانشین ، ھشام اوّل (۱۷۲ ۔ ۱۸۰ھ/۷۸۸۔ ۷۹۶ء) کا دور نسبتاً مختصر لیکن اسی حوالہ سے اسلامی اندلس کی سیاسی ثقافتی اور علمی و دینی تاریخ میں مہتم بالشان حیثیت رکھتا ہے۔ مورخین اُس کے عہدِ امارت کو عام طور پر ,,خلافتِ عمر بن عبدالعزیز،،سے مشابہ قرار دیتے ھیں ۔ (۳۳) یہ نسبت بجائے خود ھشام کے عُلوِّ مرتبت کی دلیل ہے۔ ھشام اپنی ذاتی حیثیت میں بھی بڑا خدا

ترس،عالم فاضل ، علـم و ادب کا شوقین ، علماء فقہا کا قدردان ، امام مالک کا ھم عصر ، اُن کی فکر و فقہ کا دلدادہ تھا ۔ (۴۴) اور اسکی ذاتی دلچسپی وسرپرستی کے نتیجہ میں ھی مالکی فقـہ کو بےپناہ فروغ و مقبولیت حاصل ھوئی ۔ (۴۵) اور اسی سبـب علمـاء و فقہاء معاملات حکومت و مشاورت میں بھی دخیل ھو گئے ۔

حکم نے غالباً فقہاء کی ,,مداخلت بےجا ،، کو ھی روکنے کی کوشش کی تھی لیکن ایک چیزکو حد میں رکھنےکیلئے وہ خود بھی حد سے آگے نکل گیا ۔ تاھم اُسکی یہ ,,ناروا کوشش ،، مذھبیت کے فروغ اور ثقافت کے تنوع کو نہ روک سکی ۔ جسکا نتیجہ عبدالرحمن ثانی کے عہد میں سامنے آ گیا ۔ یہ بات جتنی مشہور ہے اتنی ھی صحیح بھی کہ علم و ادب کے فروغ ، تہذیب و ثقافت کی ترقی ، اور رعایا کی خوشحالی و فارغ البالی کے لئے اُس کا تیس سالہ دور (۲۰۶ ۔ ۲۳۸ھ/ ۸۲۲ ۔ ۸۵۲ء) ھمیشہ یاد رکھا جائیگا ۔ ایک طرف عبدالرحمن الثانی کی ,,محمود السیرۃ ،، (۴۶) شخصیت اور دوسری طرف علما و فضلاء کی کثیر تعداد ثابت کرتی ہے کہ اسکے عہد میں دینی علوم کی تحصیل و ترقی کی رفتار تسلّی بخش طور پر جاری تھی ۔ البتہ علم الحدیث والسیر کی سرپرستی کے حوالہ سے غالباً اسکا جانشین (محمد بن عبدالرحمن) زیادہ حوصلہ مند کہا جا سکتا ہے ۔ جو خود بھی حسن سیرت کا مالک، علم سے محبت رکھنے والا ، اور آزاد رائے کے مقابلہ میں حدیث و اثر کا پرستـــار تھا (۴۷) ۔ چنانچہ الحمیدی کے مطابق ابو عبدالرحمن بقی بن مخلد ((قرطبہ کے نامور محدث و مفسر، اندلس کے مجتہد امام تقریباً ۳۵ برس تک مشرق میں قیام پذیر رھنے، اور پونے تین سو اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کے بعـد) جب ,,مُصنّف ،، ابی بکر ابن ابی شیبہ کے ساتھ اندلس آئے تو اھل الرائے ،

(فکری اختلاف و رقابت کے باعث) انکے پیچھے پڑ گئے ۔ لوگ اُن سے کچھ سننے پر تیار نہ تھے لیکن امیر محمد اول (۲۳۸ ۔ ۲۷۳ھ/ ۸۵۲ ۔ ۸۸٦ء) کی بروقت مداخلت سے نہ صرف یہ کہ بقی کی جان بخشی ہو گئی بلکہ یہ اعزاز و اکرام بھی ملا کہ اسنے کتاب کو خود سنا، اور اپنے کتب خانۂ خاص میں ایک نسخہ رکھنے کا حکم دیا ۔ اور بقی سے درخواست کی کہ وہ بلاخوف و خطر حدیث کی نشر و اشاعت کریں اور لوگوں کو حکم دیا کہ ان کے آڑے نہ آئیں ۔ (۴۸) ۔

(٥) ھمارے نزدیک یہ بات بھی اس دورِ امارت کی خصوصیات میں شمار ہو گی کہ دینی یا دنیوی ھر علم و ھنر کی تحصیل کے لئے عموماً اور قرأت،تفسیر ، حدیث و سیر کے لئے خصوصاً اس دور میں ,,علمی اسفار " کی روایت ایسی پڑی جو گویا ایک مستقل ادارہ (Institution) کی حیثیت سے آئندہ ادوار خلافت و ملوک الطوائف میں بھی جاری و ساری رھی ۔ علمی اسفار کے نتیجہ میں نہ صرف یہ کہ ذوق و شوق کی آبیاری ھوئی ، جستجوئے پیہم کا درس ملا ، بلکہ اندلس کا ,,علمی رابطہ " دیار و امصار غیر سے استوار ھوا خصوصاً مشرق ، جھاں سے ,,سیاسی رابطہ " عباسیوں کے برسراقتدار آنے کے بعد منقطع ھو چکا تھا (۴۹)۔ علمی اسفار کا ایک نتیجہ یہ بھی تھا کہ جو عالم ، محدث ، راوی ، فقیہ یا مجتہد علم و اسناد سے گراں بار ھو کر اندلس آیا تو اسکی خوب پذیرائی ھوئی ۔ اور اُس نے خود بھی تعلیم و تدریس کے ایسے دفتر کھولے اور تلقین و ارشاد کا ایسا حق ادا کیا کہ دشت و جبل قرآن و حدیث کے نغموں سے گونجنے لگے ۔ علمی اسفار اختیار کرنے والے علماء میں سے بقی بن مخلد کا حوالہ اوپر آ چکا ہے۔ مثالیں بےشمار ھیں ۔ محمد بن عبدالسلام بن ثعلبة الخشنی

نے طلب حدیث کے لئے (متجوّلاً فی طلب الحدیث) ۲۵ سال علمی اسفار میں گذارے اور عراق اور دوسرے مشرقی ممالک کے محدثین سے کسب فیض کرتے رہے (۵۰) ۔ انھوں نے امام احمد بن حنبل سے بھی سماعت حدیث کا شرف حاصل کیا ۔ اندلس آئے تو حدیث کی اشاعت اور شیوع کا باعث بنے (۵۱) ۔ محمد بن وضّاح (م۲۸۶ھ) جن کا منکرین رواۃ میں شمار ہوتا ہے یہ صیغہ اسفار علمی، طلب و جستجوئے حدیث میں بلاد مشرق اور مغرب کو چھانتے رہے ۔ افریقہ میں سحنون (م۲۵۶ھ) سے اور اندلس میں یحیی بن یحیی (م۲۳۴ھ) سے بطور خاص استفادہ کیا اور پھر طویل عرصہ تک اندلس میں حدیث کی نشر و اشاعت میں مشغول رہے جس طرح ان کے دوسرے ساتھی (وھب بن مرّہ ، ابن ابی دلیم، قاسم بن اصبغ، احمد بن خالد، یزید و محمد بن المسور، علی بن عبدالقادر اور احمد بن زیادہ وغیرہ) مشغول تھے (۵۲) ۔

(و) زیر نظر دور امارت کی ایک خصوصیت یہ بھی شمار ہونا چاھئے کہ اس دور میں قرآن ، حدیث وسیر کی جو خدمت ہوئی اس کا غالباً ۹۹ فیصد سرمایہ ہم تک منتقل نہیں ہو سکا ۔ علاوہ ازیں تفسیر، حدیث و سیر اور متعلقات پر جو کچھ لکھا گیا اور اس سلسلہ میں جو کتابیں تصنیف، تالیف، مرتب ہوئیں ، دست برد زمانہ سے نہ بچ سکیں ۔ مثلاً بقی بن مخلد (م۲۷۶ھ) کی بڑی بڑی تصانیف مثلاً تفسیر القرآن (جسے ابن حزم،طبری سے بہتر قرار دیتا ہے) اور مسند مُصَنّف (جس میں ۱۳۰۰ صحابہ سے احادیث مروی تھیں) ناپید ہو گئیں(۵۳) ۔ عبد الملک بن حبیب (م ۲۳۸ ھ) اندلس کے مشہور عالم و فقیہ کی ,,الواضحۃ فی الحدیث والمسائل،، کا نام و نشان موجود نہیں(۵۴)۔ قاسم بن اصبغ کی کتاب السنن ، احکام القرآن،

کتاب فی الناسخ والمنسوخ، کتاب فی غرائب الحدیث وغیرہ دستیاب نہیں(۵۵)۔ مفرج القاضی کی فقہ و حدیث پر لکھی ہوئی کتابیں مثلاً ,,فقہ الحسن البصری سات جلدوں میں اور ,,فقہ الزہری،، کئی جلدوں میں تالیف بھی موجود نہیں (۵٦) ۔ علاوہ ازیں حدیث و فقہ اور سیر و تاریخ کی دوسری کتابوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا ۔

(۵)

اسلامی اندلس کی تاریخ کا اگلا مرحلہ بجائے خود متعدد مراحل سے عبارت ہے ، جسمیں خلافت سے لیکر ملوک الطوائف تک مع متضمنات ، سیاسی نشیب و فراز سے پُر ایک ایسے دور کا نقشہ سامنے آتا ہے جسے عجوبۂ روزگار کہنا چاہئیے ۔ اس کے بہت سے اجزاء ہیں ، ہر جزو کی الگ کہانی اور ہر کہانی کے پیچھے لمحات کی بے شمار گرہیں جو واقعات کی رسّی کو الجھاتی چلی جاتی ہیں ۔ ہمارا موضوع بحث ہمیں ان عقدہ ہائے لاینحل سے تعرُّض کی اجازت نہیں دیتا،اس لئے صورت حال کی وضاحت کے لئے چند جملوں پر ہی اکتفا کیا جا سکتا ہے۔

عبدالرحمن الناصر کے اعلان خلافت (۳۱۷/ ۹۲۹) کے بعد جس ,,دور خلافت ،، کا آغاز ہوا ۔ وہ اگرچہ سو سال کے لگ بھگ جاری رہا ، لیکن اس کا روشن ترین ، ہر لحاظ سے کامیاب ترین بلکہ اندلس میں مسلمانوں کے جہان اقتدار کا بہترین زمانہ اور اموی/ مروانی/ اندلسی خلافت کا ,,عہد زریں،، در حقیقت الناصر کا ہی عہد حکومت ہے ۔ خلافت کا رعب و دبدبہ عز و وقار، ریاست کا اتحاد و استحکام ، قومی وحدت و سالمیت ، اور ملک و ملت کی آبرو الناصر کے بعد تھوڑا ہی عرصہ قائم رہ سکی ۔ اس کے معاً بعد حکم

ثانی کا پندرہ سالہ دور (۳۵۰ ـ ۳٦٦ھ/۹٦۱ ـ ۹۷٦ء) بھی دراصل الناصر کے پنجاہ سالہ اقتدار کا نتیجہ تھا ـ اگر حاجب المنصور اپنی اولو العزمیاں نہ دکھاتا ، تو اُس خلافت کی عمر شاید بہت کم ہوتی ، اور لشستم پشتم چلنے والی اموی خلافت اقتدار کے لالچی مدعیوں اور خونخوار رقیبوں کی جنگ بچشم حسرت دیکھتے ہوئے ۴۲۲ ھ/ ۱۰۳۱ ھ سے بہت پہلے دم توڑ جاتی ـ

اختتام خلافت سے پہلے ھی طوائف الملوکی کا شروع ہونے والا دور بھی اندلس کی سیاسی تاریخ پر کوئی خوشگوار اثر نہیں چھوڑتا ـ بادی النظر میں یہ دور اپنی طوالت (۴۲۲ ـ ۸۹۷ھ/۱۰۳۱ـ ۱۴۹۲ء) کے اعتبار سے تو ضرور بڑی بڑی سلطنتوں کو شرما سکتا ہے ـ لیکن اپنے روشن کارناموں کے مقابلہ میں اپنے سیاسی افتراقات ، متصادم مفادات ، حسد و رقابت ، غیر مختتم مناقشات اور عبرت ناک انجام کے سبب درحقیقت خود بام تاریخ میں سر نہیں اٹھا سکتا ـ

(٦)

زیر نظر دور میں، تمام تر سیاسی نشیب و فراز کے باوجود یہ بات بہت عجیب لیکن مبنی برحقیقت ہے کہ جملہ علوم و فنون کے فروغ و اشاعت کا عموماً اور دینی علوم کی توسیع و ترقی کا خصوصاً یہی زمانہ ہے ـ چنانچہ سیرت نگاری کے حوالہ سے بھی ,,عروج ،، اسی زوال کے بطن سے پیدا ہوا ـ اسمیں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ عام حالات میں کسی علم ، عقیدہ ، یا تحریک کے عروج و ارتقاء میں سرکاری سرپرستی اور سیاسی حالات کی سازگاری کو بڑا دخل حاصل ہے ـ سیرت نگاری کے حوالہ سے بھی یہ بات صحیح ہے کہ سرکاری سر پرستی اور مناسب سیاسی حالات اس کو مہمیز لگاتے رہے ھیں ـ چنانچہ قرطبہ کے خلیفہ حکم ثانی (۵۷) کے بعد بھی وقتاً

فوقتاً جو عالم ، علم پرور ، علم دوست حکمراں مختلف مطلع ہائے اقتدار پر نمایاں ہوتے رہے مذہبی، دینی ، تخلیقی سرگرمیوں کی پرورش و پرداخت میں حصہ لیتے رہے ۔ ہشام بن حکم (۵۸) ، سلیمان بن الحکم (المستعین)(۵۹) ، ابو یعقوب یوسف بن عبدالمومن (۶۰)، سرقطہ کے بنو ہود حکمرانوں میں سے تیسرا یوسف الموتمن باللہ (۶۱)-(۴۷۴ - ۴۷۸)، اشبیلیہ میں بنو عباد کا المعتقد (۶۲) اور غرناطہ کے بنو احمر میں کئی لوگوں کا نام بہ طیب خاطر لیا جا سکتا ہے ۔ تاہم ان حقائق کے علی الرغم معلوم ایسا ہوتا ہے کہ سیرت نگاری کا پودا ,,فصل گل ولالہ کا پابند ،، نہیں رہا ، اور چمن سیاست کی بہار و خزاں سے بے پروا ہو کر پھلتا پھولتا رہا ، اور برگ و بار لاتا رہا ۔ یہ بات کہ ادبار ، انحطاط اور طوائف الملوکی کے سائے جیسے جیسے گہرے ہوتے گئے سیرت نگارانہ سرگرمیوں میں بھی اضافہ ہوتا گیا ممکن ہے اس وجہ سے ہو کہ امت پر عجب آ کے اگر وقت پڑا تھا تو عافیت یقیناً دامان سیرت ھی میں مل سکتی تھی ۔

عہد خلافت اور ادوار مابعد کا تاریخی تجزیہ کرنے سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ تیسری اور چوتھی صدی ھجری کے دوران سیرت نگاری کی ابتدائی نشوونما ہوئی ۔ اس دور کی نمائندگی کے لئے ھم ابن عبدربہ (م ۳۲۸ ھ) کا نام لے سکتے ھیں (تفصیلی تعارف اگلے صفحات میں آ رہا ہے) سیرت کا عروج و ارتقاء ھمارے نزدیک پانچویں اور چھٹی صدی ھجری میں ھوا اور اس عہد کے نمائندہ سیرت نگاروں میں ابن حزم (م ۴۵۶ ھ) ابن عبدالبر (م ۴۶۳ ھ) ابن الوقشی (م ۴۸۹ ھ) الرشاطی (م ۵۴۲ ھ) قاضی عیاض (م۵۴۴ھ) ابن المقدمی(م ۵۵۲ ھ) ابن بشکوال (م ۵۷۸ ھ) ، السہیلی (م ۵۸۱ ھ) اور الرعینی (م ۵۹۰ ھ) جیسی عظیم

شخصیات شامل ھیں ۔ اس کے بعد ساتویں،آٹھویں اور نویں صدی ھجری میں سیرت نگاری کی کثرت نہ سہی ، تاھم بڑے ناموں اور کاموں سے یہ بھی خالی نہیں مثلاً خشنی (م ٦٠٦ ھ) ابن دحیہ (م٦٣٣ھ) الکلاعی (م ٦٣٤ ھ) ابن سید الناس (م ٧٣٤ ھ) اور ابن خلدون (م ٨٠٨ ھ) وغیرہ ۔ بہرحال اب ھم اس منزل تک پہنچ گئے ھیں کہ سیرت نگاران اندلس کی ایک فہرست اور ان کا ضروری تعارف پیش کر سکیں ـــ

(٧)

سیرت نگاران اندلس

شمار	نام (عرفیت لقب کنیت)	ولادت	وفات	متوطن	کتاب / تصنیف / تالیف / تحریر
١	ابن عبد ربہ - ابو عمر احمد	٢٤٦ / ٨٦٠	٣٢٨ / ٩٤٠	قرطبہ	العقد الفرید
٢	ابن حزم - ابو محمد علی بن احمد	٣٨٤ / ٩٩٤	٤٥٦ / ١٠٦٤	"	جوامع السیرۃ
٣	ابن عبد البر - یوسف بن عبداللہ	٣٦٨ / ٩٧٨	٤٦٣ / ١٠٧٠	"	الدرر فی اختصار المغازی والسیر
٤	ابن الوقشی قاضی ابو الولید ہشام	٤٠٨ / ١٠١٧	٤٨٩ / ١٠٩٦	طلیطلہ	شرح سیرۃ ابن ہشام
٥	الرشاطی ابو محمد عبداللہ	٤٦٦ / ١٠٧٤	٥٤٣ / ١١٢٥	المریہ	اقتباس الانوار والتماس الازہار
٦	قاضی عیاض ابو الفضل	٤٧٦ / ١٠٨٣	٥٤٤ / ١١٤٩	سبتہ	کتاب الشفاء
٧	ابن المقری	-	٥٥٢ / ١١٥٧	غرناطہ	شمائل النور الساطع
٨	ابن بشکوال ابو القاسم	٤٩٤ / ١١٠١	٥٧٨ / ١١٨٣	قرطبہ/بلنسیہ	القربۃ الی رب العالمین
٩	السہیلی ابو القاسم و ابو زید	٥٠٨ / ١١١٤	٥٨١ / ١١٨٥	مالقہ	الروض الانف
١٠	خشنی ابو ذر مصعب	٥٣٥ / ١١٤١	٦٠٦ / ١٢٠٩	جیان	الاملاء علی سیرۃ ابن ہشام

١١	ابن دحیة - ابو الخطاب عمر بن الحسن	٥٤٤ / ١١٥٠	٦٣٣ / ١٢٣٥	بلنسیه (سبته)	التنویر فی مولد سراج المنیر
١٢	الکلاعی، سلیمان بن موسیٰ	٥٦٥ / ١١٧٠	٦٣٤ / ١٢٣٦	بلنسیه	الاکتفاء فی مغازی رسول الله -
١٣	ابن سید الناس - فتح الدین ابو الفتح محمد بن محمد	٦٧١ / ١٢٧٣	٧٣٤ / ١٣٣٤	اشبیلیه	(ا) عیون الاثر (ب) قصیدة لبشری اللبیب
١٤	ابن خلدون - ابو زید محمد	٧٣٢ / ١٣٣٢	٨٠٨ / ١٤٠٦	ورود غرناطه ٧٦١-٧٦٣ (i) ٧٧٥ (ii)	کتاب العبر

مندرجه بالا فهرست کے مطابق سیرت نگاران اندلس کے تعارف اور ضروری تفصیلات بیان کرنے سے پہلے فهرست کے عمیق تر مطالعه و تجزیه کے پیش نظر چند نکات کی وضاحت مناسب معلوم هوتی ہے :-

(١) اس فهرست میں سیرت نگار کی حیثیت سے بعض نام موجب حیرت و استعجاب هو سکتے هیں - خصوصاً ابن عبد ربه اور ابن حزم، جنکی علی العموم شهرت ادیب، شاعر، نثر نگار، متکلم، اور مصنف کی حیثیت سے تو ہے لیکن تراجم و رجال کی قدیم و جدید تمام کتابوں میں اُن کی سیرتِ نگاری کا کوئی حواله نهیں پایا جاتا بلکه ابن عبد ربه کو جتنا تقدم زمانی حاصل ہے اس باب میں وه اُسی قدر غیر معروف ہے - یه صحیح ہے که اسکی شهرت و عظمت کی

اصل نقیب اسکی شاعری اور ادب ہے، اور المتنبی اسے ,,ملیح الاندلس،، کے نام سے یاد کرتا ہے اور اسکی سب سے اہم تالیف عربی ادب کی چوٹی کی کتابوں میں شمار ھوتی ہے (٦٣) - لیکن یہی کتاب اس کی سیرت نگاری کا بھی ثبوت ہے (تفصیل آئندہ صفحات میں)

اور یہ بات بھی عام طور پر تسلیم شدہ ہے کہ ابن عبد ربہ کی توجہ کا خاص مرکز علم اور تاریخ تھا، دونوں میں اس نے درجۂ استناد حاصل کیا اور اس کے معاصرین اس کو بلند پایہ محدث و مؤرخ کی حیثیت سے جانتے تھے (٦٣) - ابن حزم کی سیرت پر ایک مستقل تصنیف اور اس کے مخطوطہ کی اشاعت (مع مقدمہ ڈاکٹر احسان عباس) (٦٥) نہ ھوتی تو شاید کوئی ابن حزم کو سیرت نگار تسلیم نہ کرتا حالانکہ اس کی دوسری تصنیفات اور تحریروں سے بھی اسکی یہ حیثیت مترشح ھوتی ہے-

(۲) سیرت نگاروں کی اس فہرست سے ظاہر ھوتا ہے کہ سیرت نگاری کے علم و فن نے بڑے بھر پور انداز سے توسیع و ترقی کے مراحل طے کئے اور تمام پہلوؤں سے وھاں تنوع پایا جاتا ہے- زبان و بیان، اسالیب، طرز ادا، انداز ھائے تحریر جدا جدا، (سیرت کا) مواد اپنی کمیت اور کیفیت میں الگ، روایت و درایت کا اہتمام، صحت متن کا التزام، مختلف، ضخامت، ھیئت وساخت اور مقبولیت و اثرات اور قبول عام و خاص میں بھی معاملہ یکساں نہیں رھا - پھر خود سیرت نگاروں کی شخصیات تنوع سے بھر پور ھیں - ان میں اھل الحدیث والاثر (مثلاً ابن عبدالبر وغیرہ) بھی ھیں - اور جدت وظاہریت کے قائلین (مثلاً ابن حزم وغیرہ) بھی، اھل الرائے، استدلال کے شیدائی، جرح و تعدیل کے شوقین بھی ھیں - اور ناقلین، شارحین اور محققین بھی، مناظر بھی ھیں، معتقد بھی، ادیب،

شاعر ، متکلم ، محدث ، فقیه ، مؤرخ ، نحوی،سب نے لکھا اور خوب لکھا یہانتک کہ ان کی علمی مساعی ، قلمی کاوشیں اور ذہنی صلاحیتیں صدیوں سیرت نگارانہ سرگرمیوں کو فروغ دیتی رہیں ۔

(۳) یہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ سیرت نگاری کی روایت نے پہلے بلاد مشرق میں چڑ پکڑی ، بعد میں یہاں اندلس میں ۔ اس لئے اسلامی اندلس میں سیرت اور اس کے متعلقات پر لکھی جانے والی کتابوں میں بطور مآخذ ان تصانیف کو استعمال کیا گیا جو دیار و امصار مشرق میں برسوں سے معروف و متداول تھیں ۔ اور علماء ، محدثین اور اصحاب سیر کے درمیان جنکی روایت و سماعت کا سلسلہ جاری تھا (ہمارے تاریخی تجزیہ کی رو سے اندلس میں تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے دوران سیرت نگاری کی ابتدائی نشوونما ہوئی) اور اس وقت تک (موسیٰ بن عقبہ کی مغازی ، سعید بن یحیی (اموی کی کتاب السیر ، ابو داؤد سجستانی اور ابو جعفر احمد بن قتیبہ کی اعلام النبوۃ وغیرہ ، تصنیفات وہاں پہنچ چکی تھیں) (٦٦)۔ سیرت رسولؐ کے بنیادی مآخذ میں سب سے زیادہ مقبول ہونے والی کتاب سیرۃ ابن ہشام ہے (٦٧) (جو دراصل سیرت ابن اسحاق کا خلاصہ،اسکی تہذیب و تنقیح ہے)۔ سیرت نگاران اندلس کی فہرست کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اسے اندلس میں بھی بےپناہ مقبولیت حاصل ہوئی ۔ اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ اس مشہور ترین کتاب کی جو پانچ شرحیں مشہور و متداول ہیں ۔ (۱ ۔ شرح امام سہیلی (م۵۸۱ھ) ۲ ۔ شرح خشنی (م٦٠٦ھ) ۳ ۔ شرح وقشی (م۴۸۹ھ) ۴ ۔ شرح عینی (م۸۵۵ھ) ، اور ۵ ۔ شرح صالحی (م۹۰۹ھ) ان میں سے تین (یعنی زیادہ تر سیرت نگاران اندلس کے قلم سے ہیں یعنی :۔

(۱) الروض الانف ، مشہور ترین اور محققانہ شرح امام سہیلی اندلسی مالقی (۵۰۸ ـ ۵۸۱) کی لکھی ہوئی ہے-خود سہیلی کے بیان کے مطابق یہ شرح انہوں نے ایک سو بیس کتابوں کی مدد سے لکھی تھی ـ

(ب) الاملاء علی سیرة ابن ہشام ـ اندلس کے مشہور عالم و ماہر عربیت ابو ذرخشنی (۵۳۵ ـ ٦۰٦) کے قلم سے ہے ـ

(ج) تنبیہات ابن الوقشی ـ قاضی ابو الولید ہشام بن احمد وقشی طلیطلی (۴۰۸ ـ ۴۸۹) ـ پانچویں صدی ہجری کے مشہور اندلسی عالم ـ حدیث و فقہ . کلام و منطق ، اور شعر و انساب پر زبردست عبور تھا (قاضی ابو الولید نے سیرت ابن ہشام کی روایت اپنے شیخ ابو عمر احمد بن محمد طلمنکی سے کی تھی) ـ (٦٨)

۱ ـ ابن عبدربہ (۲۴٦ ـ ۳۲۸)

پورا نام ، نسب کنیت یہ ہے ـ ابو عمر احمد بن محمد بن عبدربہ بن حبیب بن حدیر بن سالم القرطبی،مولی ہشام بن عبدالرحمن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان بن الحکم (٦٩) . لیکن تاریخ میں شہرت ابن عبدربہ کے نام سے ملی ـ ولادت قرطبہ میں رمضان ۲۴٦ ھ/۸٦۰ ء میں ہوئی اور وفات بھی قرطبہ میں جمادی الأول ۳۲۸ ھ ،/۹۴۰ ء میں ہوئی (۷۰) ـ وہیں پلا بڑھا ـ سماعت حدیث بقی بن مخلد ، ابن وضّاح اور الخشنی سے کی . الحمیدی نے خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسکی علمی جلالت ، ریاست ادب کی بادشاہت ، دیانت و صیانت کے ساتھ شہرت پر سب متفق ہیں ـ (۷۱) اُس کی مشہور ترین کتاب ,,العقد الفرید ،، ہے ، جو ابن خلکان کے نزدیک تمام چیزوں (معلومات) پر حاوی ہے اور جس

سے ہر ایک متمتع ہو سکتا ہے۔ (۷۲) اہل علم کے یہاں یہ کتاب ہمیشہ سے عربی ادب و بیان ، اور اسلامی تاریخ کے ایک قدیم مآخذ کی حیثیت سے معروف رہی ہے۔ جبکہ ہمارے نزدیک سیرت ، متعلقات سیرت اور سیرت نگاری کے حوالہ سے بھی یہ ایک اہم مآخذ ہے۔ اور اسلامی اندلس میں سیرت نگاری کے ابتدائی دور کی نمائندہ ہے۔

العقدالفرید بڑے سائز کی ایک ضخیم کتاب ہے ، جو تین جلدوں میں تقریباً ڈیڑھ ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہے (۷۳)۔ مصنف نے اس کتاب کو ۲۵ ابواب میں تقسیم کیا ہے اور ہر باب کی فصلیں الگ ہیں ، مختلف علوم و آداب کے ساتھ ساتھ تاریخ و سیر کا مواد مختلف مقامات پر بکھرا ہوا ہے ، جسے مجموعی طور پر سادگی ، اختصار ، اور سلیقہ سے بیان کیا گیا ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں معلومات کے جو لعل و گہر لٹائے ہیں اُسی کے پیش نظر ابواب و فصول کو یاقوت ، زبر جد ، زمرد وغیرہ سے موسوم کیا ہے۔

جہاں تک سیرت اور متعلقات سیرت کا تعلق ہے تو اس کا مواد بھی ایک جگہ نہیں پایا جاتا بلکہ جگہ جگہ ابواب و فصول میں بکھرا ہوا ہے۔ اور اگر سیرت کے تمام مواد کو ترتیب کے ساتھ ایک جگہ جمع کیا جائے تو مناسب ضخامت کی ایک مربوط کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ چنانچہ تاریخی ترتیب کے لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مثلاً (کتاب الدرة الثانية فى ايام العرب وقالها) (۷۴) کے تحت ابن عبدربہ نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ عرب جاہلیت کا تاریخی پس منظر کہا جا سکتا ہے ؛ جسے ظاہر ہے کہ واقعات سیرت کے فہم میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ مثلاً حروب قيس فى الجاهلية (ص ٦٠) حرب داحس وغبراء (ص ٦٧) حرب قيس و كنانه (ص ٧٧) ، يوم ذى قار اول (ص ٩٢) ايام الفجار الاول (ص ١٠٨) ثانی (ص

۱۰۹) ثالث (ص ۱۰۹) اور یوم ذی قار (ص ۱۱۳) وغیرہ ۔ اسی طرح جزوثانی میں نسب و فضائل عرب کا بیان (۵) جو اصل و نسب قریش و اهل قریش ، قریش الظواهر اور بطون ، اور فضل بنی هاشم وغیرہ (ج ۲ ص ۴۴ تا ۴۸) کے بیان پر مشتمل ہے ۔ پھرولادت نبوی، رضاعت ، آپ کی صفات و خصوصیات عالیہ ، خاندان ، آباء ، اعمام ازواج ، خدام وغیرہ (ص ۲۴۵ تا ۲۴۸) ، نیز آپ کے توقیعات، فرامین ، مکتوبات (ص ۲۰۷) اور خطبات مع خطبۂ حجة الوداع (ج ۲ ص ۱۵۷) وغیرہ . اور وفات کا بیان . عنوانات کی اس فهرست کو دیکھ کر هی اندازہ کیا جا سکتا ہے که ابن عبدربه نے سیرت نبوی اور اس کے واقعات و حالات کو قرار واقعی اهمیت دی ہے ۔ اور اسی لئے وہ بجا طور پر اس بات کا مستحق ہے که اسے سیرت نگاران اندلس میں شمار کیا جائے ، اور اس اعتبار سے اسے ایک گونه فضیلت دی جائے که اُس نے اپنے بعد آنے والوں کی دشواریاں آسان بنا دیں ۔ اور یه سبق دے گیا که ایک آزاد کردہ غلام کا بیٹا بھی سلطنت علم و ادب کا تاجوَر بن سکتا ہے ۔

۲ ۔ ابن حزم (۳۸۴ ۔ ۴۵۶)

ابن حزم کا پورا نام و نسب یه ہے : ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم بن غالب بن صالح بن خلف بن معدان بن سفیان بن یزید (۶) ۔ رمضان ۳۸۴ ھ / نومبر ۹۹۴ء میں قرطبه میں آنکھیں کھولیں ۔ اور شعبان ۴۵۶ ھ / اگست ۱۰۶۴ ء میں وفات پائی (۷) ۔ اندلس کے ایک ذی وجاهت خاندان کے چشم و چراغ ، والد صاحب علم ادیب ، انشا پرداز تھے ۔ انهوں نے صالح ابوالحسین بن علی خامسی کو ابن حزم کا اتالیق و سرپرست مقرر کیا ۔ ابن حزم نے مختلف علوم وفنون میں بهت جلد حیرت انگیز مهارت پیدا کرلی (۸)

جب کہ تفسیر حدیث ، کلام فلسفه ، تاریخ ، تقابل ادیان ، اور سیر و اخبار میں انھیں اختصاص حاصل ہے۔ ابتداً شافعی تھے۔پھر ظاهری هو گئے ۔ (۷۹) حافظه غیر معمولی ، تصانیف بے شمار تھیں۔ کم از کم چار سو چنانچه ، اُن کے صاحبزادے کا بیان تھا که باپ کے هاتھ کی لکھی هوئی چار سو مجلدات ان کے پاس هیں ۔ (۸۰)

ابن حزم کی پوری زندگی نشیب و فراز سے بھر پور ہے۔ هر طرح کا اعزاز و اکرام بھی ملا، بڑے سے بڑے عهده پر بھی پہنچے مثلاً تخت وزارت پر بھی متمکن رهے اور جیل کی هوا بھی کھائی، کئی بار معزولی ، قید و بند ، جلاوطنی ، هجرت مکانی کے مراحل سے گذرے ، یہانتک که سیاست سے کناره کشی اختیار کر کے علم و تحقیق ، بحث و مذاکرے ، تصنیف و تالیف میں مصروف هو گئے ، علمی میدان میں بھی داد و بیداد سے متمتع هوئے ، معاندین و مخالفین نے یہاں بھی پیچھا نه چھوڑا ۔ مناظرے مناقشے بھی هوئے اور ان کی تصانیف کو نذر آتش بھی کیا گیا (۸۱) لیکن اجتهاد فکر ونظر سے دستبردار نہیں هوئے البته انکی تحریروں پر نکته چینی زیاده تر انکی وفات کے بعد کی گئی (۸۲)۔ ابن حزم زندگی بھر جن حالات سے گذرے ، اور جیسی کچھ قوت مشاهده ، انھیں حاصل تھی اور جن علوم و فنون پر انھیں عبور و مہارت حاصل تھی اس وجه سے ان کی تحریر بھی تیغ برآں بن گئی (۸۳)۔ ابن عریف نے ابن حزم کے قلم کو حجاج کی تلوار سے تشبیه دی ہے ۔ (۸۴)

سیرت نگار کی حیثیت سے اُن کی سب سے اهم یادگار اور کتاب جوامع السیرة ہے اور همارے نزدیک اس کا شمار اسلامی اندلس میں سیرت نگاری کے دور عروج کی تصنیفات میں کرنا چاهیئے۔اگرچه اس عہد عروج کے دائره میں پانچویں اور چھٹی صدی هجری داخل ہے

اور اس کے متعدد نمائندہ اراکین ھیں (مثلاً جن میں سے ایک اُن کے ھم عصر اور استاد علامہ ابن عبدالبر بھی ھیں) (۸۵) تاھم ابن حزم انمیں بھی متعدد اعتبار سے خصوصی اھمیت و انفرادیت رکھتے ھیں ۔ اس سلسلہ میں تفصیلات تو خود ابن حزم کی کتاب اور اس پر ڈاکٹر احسان عباس کے فاضلانہ مقدمہ میں دیکھی جا سکتی ھیں یا اُس مقدمہ کے اردو ترجمہ و تعارف پر مبنی اجمل اصلاحی کے مضمون میں، لیکن بطور خلاصہ ان دونوں سے استفادہ کرتے ھوئے چند پہلوؤں کی نشاندھی مناسب ھو گی۔جوامع السیرۃ مجموعی طور پر مختصر مگر جامع ، زبان و بیان میں واضح ، کلیدی مباحث پر مشتمل، حشو و زوائد سے پاک،ضروری مواد پر مشتمل ہے۔ ابن حزم دقت نظر، دیدہ ریزی ، غور و فکر اور موازنہ کے بعد صحیح روایت کا انتخاب کرتے ھیں ، انکا لہجہ قطعی اور فیصلہ کن ہے جو شک وریب ، تکرار الفاظ ، مبالغہ آمیزی سے مبرا ہے۔ ان کی علمی تحقیق بڑی حد تک غیر جانبدارانہ ، تعصب سے پاک اور دیانت دارانہ ھوتی ہے۔ تاریخوں کے تعین میں وہ سخت محتاط ھیں۔دوسروں کی تاریخی غلطیوں کی اصلاح ، غلط فہمیوں کی تردید میں تکلف نہیں برتتے ۔ ھجری تقویم کے بارے میں انکی مخصوص رائے ہے ، ان کے نزدیک ھجری تقویم کا پہلا مہینہ ربیع الاول ھونا چاھئیے نہ کہ محرم،وہ اپنے علم ، تجربہ ، وسعت معلومات اور ظاھری مسلک ، ذھنی و فکری اجالے کے سبب کتاب میں جگہ جگہ جدت و ندرت کا مظاھرہ بھی کرتے ھیں (۸۶) لیکن اپنی رائے کو کسی پر ٹھونسا مناسب نہیں سمجھتے ۔

ابن حزم کی سیرت نگاری کا یہ نکتہ بہت اھم ہے کہ وہ ذکر و اذکار سیرت سرسری انداز سے نہیں کرتا نہ محض ثواب کی نیت سے نہ برائے بیت ، بلکہ اس کی علی وجہ البصیرت نشرواشاعت کرتا ہے

جسمیں مقصدیت پنہاں ہے۔ شاید یہ رویہ اس وجہ سے بھی ہو کہ وہ ایک اصولی اور فقیہ ہے۔بہرحال سیرت نبوی کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنا ، اسکی طلب و جستجو بیدار کرنا اور اسکی تحصیل و اشاعت پر آمادہ کرنا معمولی کام نہیں۔وہ حضور کے اسوۂ حسنہ کو معیار اخلاق ٹھہراتا ہے(۸۷) جن فقہی جزئیات کی بنیاد قرآن وحدیث پر نہیں،رد کر دیتا ہے (۸۸)۔ اور لوگوں کو قرآن و سنت کا بھولا ہوا سبق یاد دلاتا ہے۔ اور وہ بھی بربنائے خلوص۔الحمیدی نے اپنے ھاں ابن حزم کے جو چند اشعار نقل کے ھیں (۸۹) انمیں گیرائی و گہرائی بھی ہے ، حقیقت حال کا عکس بھی ، اپنی ناقدری ، زمانہ کی بےمہری کا کرب بھی ہے اور اظہار مدعا بھی ، ھاں لب و لہجہ ، الفاظ کا پیکر تو ظاھر ہے ابن حزم نے تراشا ہے

انا الشمس فی جوِّ العلوم منیرة
ولکن عیبی ان مطلعی الغرب
ولواننی من جانب الشرق طالع
لجد علی ماضاع من ذکری النهب
معانی من الدین علوم ابثها
وأنشرها فی کل باد و حاضر
دعاء الی القرآن و السنن التی
تناسی رجال ذکرها فی المحاضر

ابن حزم کی سیرت نگاری کے حوالہ سے جوامع السیرة کے علاوہ اس کی بعض دوسری نگارشات بھی بڑی وقیع ھیں مثلاً حجة الوداع کے موضوع پر ایک الگ مستقل کتاب ، جسمیں نہ صرف یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجة الوداع کا ذکر ہے بلکہ اس کے ضمن میں مختلف غلط فہمیوں کا ازالہ ، دعاوی کا ابطال اور روایات کا تنقیدی

مطالعه بھی شامل ہے (۹۰) ۔ علاوہ ازیں وہ پانچ رسائل جو جوامع السیرۃ کے ساتھ بطور ملحقات شائع ہوئے ہیں ۔ اُن میں سے کم از کم دو رسالوں یعنی (أ) اسماء الصحابه الرواۃ اور (۹۱) (ب) اصحاب الفتیا من الصحابة ومن بعدهم (۹۲) کو متعلقات سیرت میں شامل نہ کرنے کی کوئی وجه نہیں ہے ۔ اس موقع پر فقه الحدیث کی رعایت سے اسکی ضخیم کتاب کتاب الایصال الی فهم کا نام بھی لیا جا سکتا ہے (۹۳) جو ایک معنی میں مطالعه سیرت کا ھی لازمه ہے ۔ مختصر یه که ابن حزم کے علمی کارنامے اسے بجا طور پر سیرت نگاران اندلس کی صف میں اعلی مقام پر فائز کرتے ھیں ۔

۳ ۔ ابن عبدالبر (۳٦۸ ۔ ۴٦۳)

نام و نسب : ابو عمر ، یوسف بن عبدالله بن محمد بن عبدالله النمری القرطبی ۔ (۹۴) ولادت قرطبه میں ۳٦۸ ھ (۹۷۸ء)میں اور وفات ۴٦۳ ھ (۱۰۷۰ء) کو شاطبه میں ہوئی ۔ (۹۵) زمانه وھی خلافت اموی اندلس کا زوال اور ملوک الطوائف کا عروج ۔ حالات خراب ہوئے تو بطلیوس منتقل ھو گئے جهاں بنوالافطس کی حکومت تھی ۔ مختلف اوقات میں بلنسیه ، دانیه اور شاطبه میں قیام رہا ۔ المظفر بن الافطس کے عہد میں اشبونه اور شنترین کے قاضی رہے ۔ اُن کے سوانحی خاکه میں یه بات خاص الخاص ہے که ابن عبدالبر نے (تحصیل علم وغیرہ کیلئے کبھی) اندلس سے قدم باھر نہیں نکالا(۹٦) بلکه تمام علوم و فنون ،تفسیر ، و قرأت،حدیث و فقه ، تاریخ و مغازی اوراخبار و انساب وغیرہ کی تعلیم اندلس کے ھی اکابر شیوخ و اساتذہ (۹۷) (جنکی فهرست کافی طویل ہے) سے پائی ۔ لیکن کچھ ھی عرصه میں علم و فضل میں وہ کمال حاصل کیا که فقه ، حدیث و اثر اور رجال کے باب میں تمام متقدمین و متأخرین علماء پر بازی لے

گئے ۔ اُن کی تصانیف بھی کثرت سے ھیں جو سب کی سب مفید اور مستند ھیں ۔ ان کی ,,التمھید لما فی الموطا من المعانی الاسانید،، جیسی کتاب بقول ابن خلکان کوئی نہیں (اس کی ستر جلدیں/ حصے تھے ۔ هو کتاب لم یتقدمه احدإلی مثله و هو سبعون جزء) (۹۸) اور ابن حزم جیسے امام مجتہد اور (ابن عبدالبر کے) شاگرد کا قول ہے که حدیث میں ابن عبدالبر جیسا کوئی عالم پورے اندلس میں نہیں مل سکتا ۔ ابن بشکوال کی رائے ہے ,, اپنے دور کے امام اور یکتائے روزگار تھے ۔ حصول علم میں بڑی جانفشانی کی اور مختلف النوع علوم میں ایسی مہارت پیدا کی کہ اپنے پیشرو اندلسی علماء پر فوقیت حاصل کر لی ۔ ابن سعید نے الحجاری سے نقل کیا ہے که وہ روایت حدیث اور علم شریعت میں بلا استثنا ,,امام الاندلس ،، کا درجه رکھتے ھیں ۔ وہ سب پر سبقت لے گئے ۔ ان کی تصنیفات خود انکی عظمت کی گواہ ھیں،کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ۔ (۹۹) ۔

ایک زبردست عالم ، فقیه ، محدث اور ماھر علوم شرعیه ھونے کے علاوہ ابن عبدالبر ، ایک مستند و معتبر سیرت نگار بھی تھے اور سیرت نگارانه سرگرمیوں میں اشتغال و انہماک کے سبب ھی چمن زار سیرت نگاری میں انھیں گل سرسبد کی حیثیت خاصل ہے۔ وہ ھمارے نزدیک سیرت نگاران اندلس کے بہترین نمائندہ اور عروج سیرت نگاری کی دلیل اعظم ھیں ۔

سیرت نگاری کے ضمن میں اگرچه ابن عبدالبر کی متعدد تحریروں کو شامل کیا جا سکتا ہے تاھم سیرت نبوی صلی اللہ علیه وسلم پر اُنکی ایک مستقل تصنیف ,,الدرر فی اختصارالمغازی والسیر،، کے نام سے موجود ہے۔ یه کتاب کچھ عرصه پہلے ایک مصری عالم و محقق ڈاکٹر شوقی ضیف کی تحقیق اور مقدمه کے ساتھ (المجلس الاعلی للشؤون الاسلامیة) مصر سے (١٣٨٦ھ/١٩٦٦ء میں) شائع

ہو چکی ہے۔ اور ہمارے سامنے ہے (۱۰۰) ۔ اس میں تین سو کے قریب (۲۸۸) صفحات ہیں گویا معقول حد تک ضخیم ہے۔

علامہ ابن عبدالبر نے الدرر کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ : ,,اس کتاب میں ، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ، عہد رسالت کے ابتدائی حالات ، غزوات اور ان میں آپ کے طریق عمل کا ذکر اختصار کے ساتھ کیا ہے ، اس لئے کہ آپ کی ولادت ، پرورش اور اہم واقعات کا ذکر صحابہ کے حالات پر اپنی کتاب کے شروع میں کر چکا ہوں ، یہ کتاب صرف بعثت اور اس کے بعد کے بقیہ حالات کے لئے لکھی ہے ... اسکی ترتیب مکمل طور پر ابن اسحق کی طرز پر ہے۔ آپ کے غزوات اور جہاد کے ذکر میں جو بات میرے پیش نظر رہی ہے وہ یہ کہ اختصار سے کام لیا جائے ، واقعہ آسانی سے ذہن نشین ہو جائے اور حشو و زوائد اور مختلف بحثوں کو گڈ مڈ کرنے کے بجائے صرف اہم اور نمایاں باتوں کے بیان پر اکتفا کیا جائے ،، (۱۰۱) ۔ ڈاکٹر شوقی ضیف کے بقول ابن عبدالبر کا مقصد سیرت نبوی پر ایک مختصر ، تصنیف پیش کرنا تھا (۱۰۲) ۔ نیز وہ لکھتے ہیں ۔ ,,ابن عبدالبر نے جب دیکھا کہ سیرت پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں اُن میں غیر ضروری اور غیر متعلق مباحث پائے جاتے ہیں تو انہیں خیال ہوا کہ وہ صرف آبدار موتیوں کو چن لیں ،، (۱۰۳)۔

مندرجات کے مطابق ,,باب من خبر مبعثہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتاب الدرر کا آغاز ہوتا ہے (۱۰۳) اس کا مطلب یہ ہے کہ ماقبل بعثت حیات مطہرہ کا بیان شامل ہوا نہیں ۔ اس کی توجیہہ خود ابن عبدالبر اپنے مقدمہ میں کر چکے ہیں ۔ ڈاکٹر شوقی اپنے مقدمہ میں رقمطراز ہیں : ,,جہاں تک بعثت سے قبل کے حالات کا تعلق ہے...... تو ان کا ذکر اس سے پہلے اپنی دوسری کتاب الاستیعاب فی معرفة

الاصحاب کے شروع میں کر چکے تھے اور یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت محسوس نہیں کی ،، ۔ (۱۰۵)

بہرحال بعثت نبوی سے وفات نبویؐ کے دوران تقریباً تمام اہم واقعات سے حضرت علامہ نے تعرض کیا ہے۔ اور بعض امور کی خوب وضاحت کر دی ہے مثلاً (عام الوفود ۹ ھ میں خدمت اقدس نبوی میں فود کی حاضری)۔چنانچہ لکھتے ہیں کہ ,,جب اللہ نے آپ کو مکة المکرمه کی فتح سے سرفراز فرما دیا ، نیز حنین میں غلبه عطا فرما دیا اور آپ نے تبوک سے مراجعت فرمائی اور بنو ثقیف داخل اسلام ہوگئے تب سر زمین عرب کی ہر جانب سے وفود کی آمد ہوئی اور یدخلون فی دین الله افواجا (لوگ ہر طرف سے اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگے) کا عملی مظاہرہ سامنے آ گیا ،، ۔ (۱۰۶) اسی طرح مثلاً حجة الوداع کے سلسلہ میں بظاہر بہت معمولی سی وضاحت لیکن درحقیقت بہت اہم بات یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ماہ میں حج آخر ادا فرمایا وہ ذی الحجہ کے ہی بالمقابل تھا اور اسی مناسبت سے حضور نے ارشاد فرمایا تھا کہ ان الزمان قد استدار .... (۱۰۷) ۔

الدرر میں بعض واقعات سیرت کے حوالہ سے جدت و ندرت اور کچھ منفرد خیالات بھی پائے جاتے ہیں ۔ بقول ڈاکٹر شوقی یہ خیالات چونکہ فقہ و حدیث کے ایک بلند پایہ اور جلیل القدر عالم کے ہیں اِس لئے عام اور مشہور رائے سے کتنے ہی مختلف کیوں نہ ہوں انکا بڑا وزن ہے مثلاً اول اول اسلام و ایمان کا اقرار کرنے والوں میں حضرت عائشہ کا شمول ، رمضان کے روزوں کی فرضیت ۱ ھ میں ، خیبر کی فتح مکمل جنگ کے نتیجہ میں وغیرہ وغیرہ (۱۰۸)

علامه ابن عبدالبر نے الدرر میں سیرت نگاری کے جو سنگ ھائے میل قائم کئے وہ دوسرے رہ نوردان شوق کے لئے قطع مسافت کو خوشگوار بنا گئے ۔ یہانتک که همعصر مشاهیر اور صدیوں بعد آنے والے مصنفین ، دونوں نے ابن عبدالبر سے استفادہ کرنے اور انکی تحریروں سے خوشه چینی میں تکلف نہیں برتا ۔ مثلاً ڈاکٹر شوقی کے بقول ، ابن حزم نے اپنی کتاب جوامع السیرة میں روشنی ,,الدرر،، سے ھی حاصل کی ، (۱۰۹) معمولی تصرف سے متعدد عبارتیں شیخ کی کتاب سے نقل کیں اور انکے بہت سے خیالات اور تحقیقات کی بھی خوشه چینی کی ہے (۱۱۰) (مثلاً حضرت ابو موسی اشعری کو مہاجرین حبشه میں شمار کرنا ابن عبدالبر کےنزدیک درست نہیں)(۱۱۱) اسی طرح ابن سید الناس (م ۷۳۴ ھ) مصنف عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر » ۔ ابن سید الناس کی سیرت میں بھی ، جیسا که ڈاکٹر شوقی نے لکھا ہے ابن عبدالبر کے اقتباسات غیر معمولی کثرت سے پائے جاتے ھیں ۔ (۱۱۲) سیرت ابن عبدالبر کے محقق و مرتب کی حیثیت سے وہ مزید لکھتے ھیں که ,,اس کثرت سے ابن عبدالبر کے اقتباسات نقل کرنے کی وجه سے سیرت ابن سید الناس کتاب الدرر .... کا تقریباً ایک نسخه بن جاتی ہے ۔ هم نے ایک سے زیادہ مقامات پر اسکی مدد سے متن کی تصحیح کی ہے ، خلا کو پر کیا ہے اور کاتب نے بعض جگھوں پر تصحیف و تحریف کے جو گل کھلائے تھے انھیں درست کیا ہے » ۔ (۱۱۳)

۴ ۔ ابن الوقشی (۴۰۸ ۔ ۴۸۹ ھ)

نام و نسب یه ہے :

هشام بن احمد بن هشام بن خالد بن سعید ابو الولید الکاتب المعروف بابن الوقشی (۱۱۳) ۔ علاقه ابن حجر انکو ,,الباجی » لکھتے

هیں (۱۱۵)۔ جبکہ السیوطی ,,من اهل طلیطله " ۔ (۱۱۶) ۴۰۸ ھ/۱۰۱۷ء میں ولادت اور ۴۸۹ ھ ، ۱۰۹۶ء میں بمقام دانیه وفات ہوئی (۱۱۷) ابو عمر الطلمنکی ، ابو عمر السفاقسی ، اور ابو عمر بن الحداد (وغیره) جیسے علماء سے تعلیم پائی ۔ منصب قضاءتک پہنچے ، لغت ، نحو ، معانی ، اشعار ، عروض اور کتابت ، لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والے (کان من اعلم الناس) (۱۱۸) ۔ ابوالقاسم صاعد کا بیان ہے که اپنے وقت کے انتہائی باکمال اشخاص میں سے ایک تھے ۔ علوم و فنون کے ماہر ، کلیات العلوم پر نظر رکھتے والے قاضی عیاض کے مطابق حافظه و یادداشت انتہائی قوی ، مہارت و اتقان نمایاں تھا ۔ (۱۱۹) تاریخ و ادب کے کبار مصنفین پر انہوں نے تنبیہات و استدراکات تحریر فرمائے ۔ چنانچه سیرت ابن هشام کی بھی شرح لکھی اور ,,تنبیہات ابن الوقشی" کے نام سے مشہور ہوئی ۔ قاضی ابوالولید نے سیرت ابن هشام کی روایت اپنے شیخ ابو عمر احمد بن محمد طلمنکی سے کی تھی (۱۲۰)۔ خیالات کے اعتبار سے کہا جاتا ہے که معتزله سے متاثر تھے جیسے که ان کی تصنیف ,,القدر و القرآن " وغیره سے ظاہر ہوتا ہے (۱۲۱) ۔ بہرحال ان کی سیرت نگارانه سرگرمیوں کا ثبوت شرح ابن هشام سے بخوبی مل جاتا ہے ۔ تاهم مختصر فی الفقه ، الرسالة المرشدة اور نکت الکامل للمبرد ان کی یادگار ہیں ۔ (۱۲۲)

۵ ۔ الرشاطی (۴۶۶ ۔ ۵۴۲)

ابو محمد عبدالله بن علی بن عبدالله بن خلف بن احمد بن عمر اللخمی المعروف بالرشاطی الاموی الاندلسی متوطن المریه (۱۲۳) ۔ ولادت ۴۶۶ھ/۱۰۷۴ء میں مواضات مرسیه میں اور وفات ۵۴۲ھ/ ۱۱۴۷ء میں المریه میں ہوئی(۱۲۴)۔ حدیث، رجال، رواة والتواریخ میں

شهرت حاصل کی ۔ سیرت اور متعلقات سیرت کے باب میں ان کی کتاب کا نام ہے : ,,اقتباس الانوار والتماس الازهار فی انساب الصحابة و رواة الآثار،،(۱۲۵) ۔ اس کتاب میں نواب ذوالقدر جنگ کے مطابق صرف ان لوگوں کا ذکر ہے جو حضور صلی اللہ علیه وسلم کے ساتھ همیشه رها کرتے تھے۔ کتاب میں ان صحابه کے حالات مع شجرہ کے لکھے هیں ۔ ابن خلکان نے لکھا ہے که الرشاطی بوقت درس کتاب کے مضمون کو کمال محنت سے اپنے شاگردوں کے ذهن نشین کرا دیا کرتے تھے (۱۲۶) علامه ذهبی اسے ایک جامع کتاب (کتاب الحاوی) قرار دیتے هیں (۱۲۷) ۔

٦ ۔ قاضی عیاض (۴۷٦ ۔ ۵۴۴ هـ)

پورا نام و نسب یه ہے : القاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمر بن موسی بن عیاض بن محمد موسی بن عیاض الیحصبی السبتی ۔ (۱۲۸) ۔ ولادت بمقام سبة ۴۷٦ هـ ، ۱۰۸۳ء اور وفات بمقام مراکش ۵۴۴ هـ /۱۱۴۹ ء میں هوئی ۔ علم حدیث اور اس کے علوم میں اپنے وقت کے امام ، اور نحو و لغت ، کلام عرب ، ان کی تاریخ اور انساب میں یکتائے عصر تھے ۔ (۱۲۹) کتاب الشفاء کے علاوہ مختلف علوم میں ان کی ۳۰ مؤلفات یادگار هیں (۱۳۰) ۔ تمام تصانیف مفید ، نئی نئی معلومات پر مشتمل ۔ (فکل توالیفه بدیعة) جنکا ذکر ابن بشکوال نے کتاب الصلة میں به تفصیل کر دیا ہے ۔ علم میں یقین ، بصیرت اور گہرائی ، ذهانت و فطانت ، فهم و ذکاوت سے مالا مال تھے ۔ مدتوں سبة میں قاضی رهے ، نیز غرناطه میں بھی (۱۳۱) ۔ ملا علی قاری اپنی شرح شفا کے مقدمه میں رقمطراز هیں ،، ۔ وہ وحید زمانه اور یکتائے عصر تھے ،، (۱۳۲) ۔

حدیث و متعلقات حدیث و سیرت کے باب میں اگرچه متعدد تصانیف مشهور و معروف هیں (مثلاً ترتیب المدارک و تقریب

المسالک فی ذکر فقهاء مالک، شرح حدیثِ ام زرع، مشارق الانوار ، اور اکمال العلم فی شرح مسلم وغیرہ) لیکن سیرت نگاری کے حوالہ سے ان کی بہترین تصنیف اور انھیں شہرت عام اور بقائے دوام بخشنے والی کتاب کا نام ہے : کتاب الشفأ بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ،، فقہا ، محدثین ، مؤرخین اور اصحاب سیرت کے نزدیک اسے ہمیشہ سے ایک اہم مآخذ کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے : ,,وھو کتاب عظیم ، النفع کثیر الفائدة لم یؤلف مثلہٗ فی الاسلام شکر اللہ سبحانہ وتعالی سعی مولفہ وقابلہ برحمتہٖ و کرمہٖ ،، ۔ (۱۳۳)

الشفـاء کا اختصار الشیخ محمد بن احمد الدسنوی الشافعی (م۷٦۳ھ) نے لکھا اور اسکی شروح تو لاتعداد لکھی گئیں جنکا شمار بھی مشکل ہے۔ حاجی خلیفہ نے تعلیقات و شروح کی جو تفصیل دی ہے ، وہ کشف الظنون کے کم از کم پانچ بڑے صفحات پر پھیلی ہوئی ہے (۱۳۴)۔ کتاب الشفا کی دو شرحیں انتہائی معروف و متداول ھیں ۔ ایک علامہ احمد شہاب الدین الخفاجی (م ۱۰٦۹ ھ) کی نسیم الریاض فی شرح الشفا القاضی عیاض اور دوسری علامہ علی بن سلطان محمد القاری (ملا علی قاری م ۱۰۱۴ ء) کی،جو اول الذکر (نسیم الریاض مطبوعہ المطبعة الازھریة المصریہ ۱۳۳۵ ھ و بھامشہ شرح الشفا لعلی القاری) کے حاشیہ کی زینت ہے۔ اور ھمارے سامنے ہے۔

شفا کا مآخذ ، بقول ایک مصنف شفاء ابن سبع ہے۔ اسمیں بعض ضعیف حدیثیں بھی آ گئی ھیں ۔ سیوطی نے انکی نشاندھی کی اور ایک مستقل کتاب بھی (مناھل الصفا فی تخریج حدیث الشفـاء) لکھی (۱۳۵)۔ بنیادی طور پر کتاب الشفاء کے چار حصے/فصلیں ھیں ۔

اولاً اللہ کی جانب سے قول و فعل کے ذریعے، حضور کے مرتبہ کا اظہار (اسمیں چار باب ھیں) ثانیاً نبی کریم کے وہ حقوق جو عام مخلوق پر واجب ھیں (اسمیں بھی ۴ باب ھیں) ثالثاً حضور کے لئے جو امور جائز ھیں اور جو امور ممتنع ھیں، (اسمیں دو باب ھیں) رابعاً حضور کی شان میں تنقیص کرنے، گالی بکنے کا حکم ۔ (اسمیں تین باب ھیں) (۱۳۶)۔ بھرحال بقول ابن فرحون (م ۷۹۹ ھ) کتاب الشفاء کی اپنی نوعیت و انفرادیت ایسی ہے جسکے بارے میں کوئی اختلاف نہیں اور اس انفرادیت ھی کے سبب یہ مشرق و مغرب میں مقبول انام ٹھہری ہے (۱۳۷) لسان الدین خطیب تلمسانی کا شعر ہے (۱۳۸) :

شفاءُ عیاض للصدور شفاءٔ
ولیس للفضل قد حواہ خفاءٔ

۷۔ ابن المقدمی (م ۵۵۲ھ)

علامہ ابن المقدمی غرناطی کی کتاب کا نام ,,شمائل النور الساطع ،، ہے۔ اس کتاب تک خاکسار راقم الحروف کی رسائی نہیں ہو سکی ۔ اور ندیم الواجدی کے مضمون ,,سیرت نگاری کے بعض اہم پہلو ،، میں ھی اسکا حوالہ مذکور ہے۔ دوسری تفصیلات کا علم نہیں ھو سکا ۔

۸ ۔ ابن بشکوال (۴۹۴ ۔ ۵۷۸)

ابوالقاسم خلف بن عبدالملک بن مسعود بن بشکوال بن یوسف بن داحہ بن داکہ ... القرطبی ۔ ولادت ۴۹۴ ھ میں اور وفات ۵۷۸ ھ میں ھوئی اور تدفین مشہور محدث وفقیہ یحیی بن یحیی کی قبر کے پاس ھوئی ۔ (۱۴۰) اندلس کے مشاھیر میں ھیں اور اپنی کتاب الصلۃ (جو ۵۳۴ھ کی لکھی ھوئی ہے) کے لئے مشہور ھیں جو دراصل ابن

الفرضی کی کتاب کا ذیل ہے۔ (۱۳۱) تاہم ایک محدث اور مورخ ہونے کی حیثیت سے ان کی متعدد دوسری تصانیف بھی اہمیت رکھتی ہیں (۱۳۲) ابن فرحون کے مطابق مختلف علوم و فنون میں انہوں نے تقریباً ۵۰ کتابیں لکھیں جن میں سے کتاب الغوامض والمبہمات (۱۲ جلدیں) بھی شامل ہے (۱۳۳) ، تاہم سیرت نگاری کے حوالہ سے ,, القربۃ الی رب العالمین فی فصل الصلوٰۃ علی سید المرسلین ،، (۱۳۳) کو یقیناً قابل ذکر قرار دیا جا سکتا ہے۔

۹ ۔ السہیلی (۵۰۸ ۔ ۵۸۱)

نام و نسب شجرہ یہ ہے : ابو القاسم و ابو زید عبدالرحمن بن الخطیب ابی محمد عبداللہ بن الخطیب ابی عمر احمد بن ابی الحسن اصبغ بن حسین بن سعدون بن رضوان بن فتوح (و ہو الداخل الی الاندلس) الخنعمی السہیلی الامام المشہور (۱۳۵) ولادت مالقہ میں **۵۰۸** ھ میں اور وفات مراکش میں **۵۸۱** ھ میں ہوئی (۱۳۶)۔ علامہ ذہبی کی رائے ہے۔ النحوي الحافظ العلم صاحب التصانیف (۱۳۷)۔ متعدد تصانیف کے باوجود اصل شہرت سیرت ابن ہشام کی شرح ,,الروض الانف ،، کی وجہ سے ہے اس لئے ,,صاحب کتاب الروض الانف ،، انکے تعارف کا لازمی حصہ بن گیا ہے۔ سیرت ابن ہشام کی تمام شروح میں سب سے زیادہ مشہور ، متداول ، جامع اور محققانہ ہے۔ خود سہیلی کے اپنے بیان کے مطابق ان کی اپنی ذاتی تحقیق کے علاوہ ایک سو بیس کتابوں کا عطر اسمیں موجود ہے اور وہ علم و ادب ، اسماء الرجال و انساب ، اور فقہی ونحوی معلومات کا خزانہ ہے۔ (۱۳۸)

,,الروض الانف ،، دو جلدوں پر مشتمل ہے ۔ جلد اول **۲۹۲** صفحات پر مشتمل ہے اور اسمیں مقدمہ کے علاوہ ھجرت تک واقعات و حالات سیرت سے بحث موجود ہے ، جبکہ دوسری جلد **۳۸۰**

صفحات پر مشتمل ہے اور آغاز ,,ھجرت النبی الی المدینة بصحبة ابی بکر » (ص ۲) سے ھوتا ہے ، حدیث الغار (ص ۴) تاسیس مسجد قبا (ص ۱۱) اول خطبة رسول اللہ بالمدینة (ص ۱۵) سے لیکر غزوات ، قدوم الوفود ، حجة الوداع اور وفاۃ نبوی (ص ۳٦۸) اور تجہیز وتکفین (ص ۳۷۳) تک کا ذکر ہے۔ اس شرح کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسے علامہ سہیلی نے استخارہ کرنے کے بعد شروع کیا (مقدمہ ص ۳) اور املا محرم (٥٦٩ ھ میں شروع کر کے اسی سال جمادی الاولی میں یعنی چار پانچ ماہ کی مدت میں ختم کر دی (ایضاً) ,,اس شرح میں ایسی معلومات ملتی ھیں جو خود اصل کتاب میں نہیں پائی جاتیں ۔ اسی لئے بعد کے مصنفوں نے سیرت نبوی کے سلسلہ میں سہیلی سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے » ۔ (۱۴۹)

۱۰ ۔ خُشَنّی (۵۳۵ ۔ ٦۰٦)

نام مصعب بن محمد بن مسعود الخشنی الاندلسی الجیانی ہے۔ اندلس کے عظیم نحویوں میں سے ایک تھے۔ ابن الزبیر کے مطابق ائمہ متقین میں سے ایک ، فقہ و ادب کا معتبر نام ، عربی میں درجۂ امامت کے مالک تھے۔ تمام شیوخ کا اس پر اتفاق ہے کہ قوت حفظ و انضباط میں انکا جواب نہ تھا ، علوم میں مہارت تامہ رکھنے والے ، بہترین نقاد شعر ، اور اخبار و علوم ادب ، اسکی تاریخ ، شاعری ، زبان و لغت میں انکا ثانی نہ تھا (۱۵۰)۔ سیرت نگاری کے حوالہ سے ان کی مشہور ترین کتاب ,,املاء علی سیرة ابن ھشام » ہے۔ اس کی دو ضخیم جلدیں تقریباً ۵۰۰ صفحات پر پھیلی ہوئی ھیں اور اسے معروف مستشرق پال برونل (DR PAUL BRONNLE) کی ترتیب و تقدیم کے ساتھ مطبع ھندیه مصر سے ۱۳۲۹ ھ / ۱۹۱۱ء شاھان جرمنی روس کے تعاون سے شائع کیا گیا۔ اس شرح کی خصوصیت یہ

ہے کہ اسمیں واقعات و حالات وغیرہ سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا اور شارح نے اپنی تمام تر توجہ (أ) غریب و مشکل الفاظ کی تشریح (ب) غریب ابیات کی تفسیر (ج) رفع التباسات اور (د) حل ایجاز پر مرکوز رکھی ہے ۔ (۱۵۱)

۱۱ ۔ ابن دحیة (۵۴۴ ۔ ٦۳۳)

ابن خلکان کے مطابق انکا نام و نسب یہ ہے : ابو الخطاب عمر بن الحسن بن علی بن محمد الجمیل بن دحیة بن خلیفہ بن فردة اکلبی المعروف بذی النسبین الاندلسی البلنسی الحافظ ۔ ان کی ولادت ۵۴۴ھ/ ۱۱۵۰ء میں اور وفات ٦۳۳ھ/۱۲۴۰ء میں بمقام قاهره ہوئی (۱۵۲)۔ اندلس کے ممتاز علماء اور مشاهیر فضلاء میں سے تھے ۔ صرف ، نحو شعر و ادب ، تاریخ مغرب اور فقه کے ساتھ علم حدیث بھی کمال تحقیق کے ساتھ حاصل کیا تھا ۔ اور عمر کا بڑا حصه تحصیل علم اور مراکش ، افریقه ، مصر ، شام ، عراق بغداد واسط ، عراق العجم ، خراسان ، مازندران ، کے علماء سے طلب حدیث میں گزارا ۔ ابن دحیه نے دوران سفر ٦۲٦ ھ / ۱۲۲۹ء میں) خراسان کے والی الملک المعظم مظفر الدین ابن زین الدین کی فرمائش پر سیرت کے حواله سے ,,کتاب التنویر فی مولد السراج المنیر » لکھی ، اور خود هی چھ مجالس میں اسے پڑھ کر سنائی ۔ اسکے معاوضه میں ایک هزار دینار سرخ کا انعام بھی پایا ۔ اس کے علاوہ بھی انکی متعدد دوسری تصانیف تھیں ۔ (۱۵۳)

۱۲ ۔ الکلاعی (۵٦۵ ۔ ٦۳۴)

پورانام و نسب یہ ہے : ابو الربیع سلیمان بن موسیٰ بن سالم بن حسان الحمیری الکلاعی البلنسی ۔ ولادت ۵٦۵ ھ / ۱۱۷۰ ء میں ہوئی (۱۵۴) اور سن وفات ٦۳۴ ھ/ ۱۲۳۷ ء ہے (۱۵۵)۔ ذهبی کے بقول

کلاعی اندلس میں محدثین ، حفاظ ، علماء ، بلغاء کی آخری نشانی اور ,,اعلام الاثر ،، کی باقیات تھے۔ابن الابار نے کہا حدیث میں نگاہ بصیرت رکھنے والے ، حافظ ، عاقل ، جرح و تعدیل کے عارف ، اور لوگوں کی تاریخ ہائے ولادت و وفات کو یاد رکھنے والے ، بالغ نظر خطیب، بڑوں بڑوں سے نظر ملا کر بات کرنے والے ، سریع الفہم، سلیقۂ گفتگو رکھنے والے ، بادشاہوں کے دربار میں جا کر گفتگو ، خطابت ، اور بہترین ترجمانی کے جوہر دکھانے والے اور مجلسوں محفلوں کی زینت تھے (۱۵٦) ۔

ان کی اگرچہ متعدد تصنیفات تھیں (مثلاً مصباح الظلم بشبه الشبهات ، کتاب اخبار البخاری ، کتاب الاربعین ، کتاب فی معرفة الصحابة والتابعین ، الامثال ، دیوان الشعر وغیره) (۱۵۷) تاہم سیرت نگاری کے حوالہ سے ,, المکتفیٰ فی مغازی المصطفیٰ و الثلاثة الخلفاء (۱۵۸)،الاکتفا فی مغازی المصطفیٰ والثلاثة الخلفاء (۱۵۹)، نامی کتاب لکھی جو چار جلدوں پر مشتمل تھی ۔ یہ کتاب بتصحیح و حواشی HENRI MASSE (استاذ الکلیة الجزائریة، الجزائر) ۱۹۳۱ء میں پیرس سے شائع ہوئی ۔

۱۳ ۔ ابن سید الناس (٦٧١ ۔ ٧٣٤)

ابن العماد الحنبلی کے مطابق :

فتح الدین ابو الفتح محمد بن محمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن یحیی ابن سید الناس الشافعی ، الامام الحافظ الیعمری الاندلسی الأشبیلی المصری المعروف بابن سید الناس ـــ کی ولادت ٦٧١ھ میں ہوئی اور سن وفات ٧٣٤ھ ہے (۱٦۰) ۔ علم حدیث اپنے والد اور ابن دقیق العید سے حاصل کی اور نحو ابن النحاس سے ۔ علمی اسفار کے ذریعہ مختلف علوم و معارف میں مہارت بہم

پہنچائی، نظم اور نثر دونوں میں کمال حاصل کیا ـ متعدد تصانیف یادگار ہیں ـ (۱٦۱) ـ

البته سیرت نگاری کے حواله سے ان کی اہم ترین تصنیف اور ان کی شہرت کا باعث کتاب ,,عیون الأثر فی فنون المغازی و الشمائل و السیر ،، ہے (۱٦۲) یه ایک بڑی اور ضخیم کتاب ہے اور دو جلدوں پر مشتمل ہے ـ (یعنی سیرة الکبریٰ) جبکه اسکا خلاصه ,,نور العیون ،، کے نام سے کیا (۱٦۳) (سیرة الصغریٰ) ، حضور کی مدح میں قصائد بھی لکھے اور ان کی شرح بھی ـ مشہور قصیدہ ,,بشریٰ الحبیب فی وذکریٰ الحبیب ہے ـ (۱٦۴) جہاں تک عیون الاثر کا تعلق ہے ـ اس کا بنیادی موضوع ظاہر ہے سیرت الرسول ہے ـ جامع اور متین ہے ـ اور معتبر اور مستند روایات پر مشتمل ہے ـ جو کچھ لکھا ہے محدثین کے طریقه پر سند کے ساتھ نقل کیا ہے (۱٦۵) ـ اور کتاب کے آخر میں بھی تمام اسانید اور انکے مراجع واضح کر دیئے ہیں ـ (۱٦٦)

کتاب کی پہلی جلد میں دیباچه کے بعد حضور کے نام نسب ولادت ، رضاعت ، اور بعثت سے پہلے اور بعد کے حالات ، آپ کی تبلیغ و دعوت ، اثرات و نتائج ، راہ حق کی مشکلات ، متعلقه واقعات معراج ، بیعت ہائے عقبه ، ہجرت مدینه ، مدنی زندگی میں غزوة احد سے پہلے کے غزوات وسرایا سے بحث ہے (۱٦۷) جبکه دوسری جلد (۱٦۸) میں غزوۂ احد کے بعد پوری مدنی زندگی کے واقعات و حالات کا ذکر ہے ، مثلاً واقعه رجیع ، بئر معونه ، غزوة الخندق ، غزوة بنی قریظه ، غزوة بن المصطلق ، غزوة الحدیبه ، فتح مکه ، غزوة تبوک ، وفود العرب، آپ کے مکاتیب و مراسلات ، حجة الوداع وغیرہ لکھے ہیں ـ سیرت نبوی کے مسلسل بیان کے بعد آپ کی حیات طیبه کے اہم واقعات کا خلاصه، اور سرکار نبوت کے اہم پہلوؤں کا خلاصه بھی

بڑے سلیقه سے مرتب کر دیا ہے مثلاً آپ کی اولاد، اعمام، ازواج، خدام، موالی، کتاب، صفات و شمائل وغیرہ ۔ گویا مجموعی طور پر سیرت نبوی پر تمام ضروری معلومات پر مشتمل ایک ایسی جامع کتاب ہے جو دوسری بہت سی کتابوں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ابن سید الناس نے اپنی کتاب میں سب سے زیادہ استفادہ علامہ ابن عبدالبر کی کتاب الدرر سے کیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اسانید و مآخذ کے بیان میں دوسروں کا بھی شمار ہے لیکن عملاً ابن سید الناس کی پوری کتاب ابن عبدالبر سے مستفاد ہے۔ خود ابن سید الناس ، ابن عبدالبر کا نام بڑی عزت سے لیتے ہیں ، ان سے اخذ و تلخیص کا اعتراف بھی کرتے ہیں ۔ تاہم حقیقت یہ ہے جیسا کہ ڈاکٹر شوقی ضیف نے لکھا ہے کہ ابن سید الناس کی سیرت میں ابن عبدالبر کے اقتباسات اس غیر معمولی کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ ان کی کتاب ، کتاب الدرر فی اختصار المغازی والسیر کا تقریباً ایک نسخه بن جاتی ہے چنانچه متن کا باہمی مقابله اور اصلاح به آسانی کی جا سکتی ہے ۔ (١٦٩)

۱۴ ۔ ابن خلدون (۷۳۲ ۔ ۸۰۸)

علمی تاریخی حلقوں میں ابن خلدون سے زیادہ کسی اور کی شخصیت شاید ہی مشہور و متعارف ہو ۔ تاہم ضابطه کی کارروائی کے طور پر چند باتوں کا اعادہ کافی ہے مثلاً اس کا نام عبدالرحمن اور کنیت ابن خلدون ہے ۔ اس کا خاندان فتح اندلس کے زمانه سے ہی اشبیلیه میں صدیوں آباد رہا ، البته جب اندلس کی شمالی عیسائی ریاستوں کی چیرہ دستیاں اشبیلیه تک بڑھ گئیں تو دادا ، مع اہل خاندان ترک سکونت کرکے تونس میں جا بسے۔ جہاں ابن خلدون کی ولادت رمضان ۷۳۲ ھ/ مئی ۱۳۳۲ ء میں ہوئی ۔ اور وفات قاہرہ

میں رمضان ۸۰۸ ھ (مطابق مارچ ۱۴۰۶ء) کو ہوئی ۔ ابن خلدون کی پوری زندگی عروج و زوال سے عبارت ہے ، تاہم وہ دو مرتبہ اندلس گیا اور کچھ عرصہ مقیم رہا ۔ پہلی مرتبہ ، ۷۶۳ ۔ ۷۶۴ھ/ ۱۳۶۲ ۔ ۱۳۶۳ء میں جہاں وہ بنوالاحمر کے دربار میں مقیم رہا اور مشہور وزیر لسان الدین احمد ابن الخطیب کے ساتھ رابطہ دوستی استوار کیا ۔ یہ سلسلہ دو سال سے زیادہ نہ چل سکا ۔ دوسری مرتبہ ۷۷۵ھ/۱۳۷۴ء میں مختصر عرصہ کے لئے وہ پھر اندلس گیا ۔

ابن خلدون چار دانگ عالم میں اپنی کتاب العبر اور اس کے مقدمہ کے لئے مشہور ہے اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق اس کی کتاب العبر (قاہرہ ۱۲۸۴ ھ ، ۷ جلدیں) پچاس سال (چودھویں صدی کے دوسرے نصف) کے براہ راست مشاہدے اور متعدد کتابوں ، وقائع اور اپنے زمانے کی سفارتی اور سرکاری دستاویزوں کے گہرے مطالعہ کاثمرہ ہے ۔ اس کا مقدمہ جسمیں عربی علوم اور تہذیب کے تمام شعبوں سے بحث کی گئی ہے ، مصنف کے خیالات کی گہرائی ، وضاحت بیان اور اصابت رائے کے لحاظ سے اپنے زمانہ کی سب سے اہم تصنیف ہے اور بظاہر کسی مسلمان کی کوئی بھی تصنیف اس سے سبقت نہیں لے جا سکی ۔ (۱۷۰)

سیرت نگاری کے حوالہ سے ابن خلدون کی کتاب العبر کا وہ حصہ انتہائی قیمتی ہے جو تاریخ قبل از اسلام کے سلسلہ میں بنو عدنان ، اور قریش سے متعلق ہے ۔ (بولاق ۱۲۸۴ ھ ایڈیشن ج ۲) نیز جسمیں سیرت نبوی کا بتمام و کمال بیان موجود ہے ۔ (مثلاً عہد جاهلیت کے حالات ، ولادت نبوی ، بعثت،معراج ، آپ کی مبلغانہ سرگرمیاں ، بیعت ہائے عقبہ، هجرت ، غزوات ، سنة الوفود ، حجة الوداع اور وفات نبوی وغیرہ ، جبکہ اختتام ازواج مطہرات ، موالی

اور کاتبین ، وغیرہ کے ذکر پر ہوتا ہے) . یہ صحیح ہے کہ ابن خلدون کی تاریخ کو وہ اہمیت حاصل نہیں ہو سکی جو اس کے مقدمہ کو حاصل ہے اور یہ بھی درست ہے کہ ابن خلدون کو شہرت مورخ اور مفکر کی حیثیت سے تو ملی لیکن سیرت نگار کی حیثیت سے نہیں ـ لیکن جب حقیقت یہ ہے کہ سیرت نبوی اسکی تاریخ کا ایک حصہ ہے اور اس نے تاریخ قبل و مابعد کو اس سے مربوط کر دیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اسکی سیرت نگارانہ حیثیت کو کسی اہمیت کا مستحق نہ سمجھیں ـ علاوہ ازیں اس کی مورخانہ حیثیت کسی طور پر بھی اسکی سیرت نگارانہ حیثیت کو متاثر نہیں کرتی ـ لہذا اس کے طویل تاریخی بیان میں نسبتاً مختصر بیان سیرت کو سامنے رکھتے ہوئے وہ بجا طور پر سیرت نگاران اندلس کی صف میں شامل ہے ـ

سیرت نگاران اندلس کا یہ مختصر تاریخی تعارفی جائزہ ظاہر ہے تمام پہلوؤں سے مکمل نہیں کہا جا سکتا ـ لیکن تمام تر تشنگی کے باوجود یہ ضرور ثابت کرتا ہے کہ اسلامی اندلس میں سیرت نگارانہ سرگرمیاں ، کیف و کم کے فرق کے ساتھ ، تقریباً پانچ سو سال تک جاری و ساری رہیں ـ اور سیرت نگاران اندلس نے سیرت کے لٹریچر میں یقیناً قابل قدر اضافہ کیا ہے ـ

اســناد و حواشی

۱ ـ اردو زبان میں تاریخ اندلس پر جو کچھ (گذشتہ تقریباً ۱۰۰ سال میں) لکھا گیا ہے ـ ابتداً زیادہ تر کام ترجموں کی شکل میں ہوا ـ چنانچہ اگر ایک طرف عربی زبان کی چند اہم کتابوں (نفح الطیب ، اخبار مجموعہ ، افتتاح الاندلس ، اور الاحاطہ فی اخبار غرناطہ وغیرہ) کو اردو میں منتقل کیا گیا ، تو دوسری طرف یورپی زبانوں میں لکھی گئی بعض اہم کتابوں (مصنفہ کو ندے ، ڈوزی ، اسکاٹ ، ماریا کالیکٹ ، لین پول وغیرہ) کے تراجم شائع ہوئے [تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو : پروفیسر راٹن ہارٹ ڈوزی ـ عبرت نامہ اندلس (اردو ترجمہ ـ مولوی عنایت اللہ

دھلوی ، ۔ مقبول اکیڈیمی ، لاھور ۱۹٦٦ ء ۔ مقدمه ، شیخ محمد احمد پانی پتی (مرتب)] غالباً پہلی قابل ذکر باقاعدہ تصنیف نواب ذوالقدر جنگ بہادر کی ,,خلافت اندلس ،، کے نام سے پہلی مرتبه ۱۹۰۳ء، ۱۳۲۲ھ میں شائع ہوئی جبکه اسکا دوسرا ایڈیشن (جیسا که خود کتاب کے مقدمه اور دیباچه میں مذکور ہے) مشاہیر علمائے اندلس کے حالات کے اضافه کے ساتھ ۱۹۳۳ ء میں سرکار عثمانیه دکن سے شائع ہوا ۔ یه ھمارے پیش نظر ہے ۔ دوسری اھم کتاب مولوی محمد عنایت اللہ کی ,,اندلس کا تاریخی جائزہ،، دارالطبع سرکار عثمانیه دکن سے ۱۹۲۷ء میں شائع ہوئی ھمارے سامنے اس کا جدید عکسی ایڈیشن ہے جو مقتدرہ قومی زبان ۔ اسلام آباد نے ۱۹۸٦ء میں شائع کیا تھا ۔

۲ ۔ مولانا ریاست علی ندوی نے (اپنی کتاب ، تاریخ اندلس مطبوعه ، مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۵۰ء میں) اس کا اظہار بڑے خوبصورت الفاظ میں کیا ہے ۔ وہ لکھتے ھیں ۔ ,,اندلس کی زرخیز و سر سبز زمین پرشتربان عربوں نے سمندر کی تلاطم خیز موجوں سے کھیلتے ہوئے پہلی مرتبه عهد عثمانی میں قدم رکھا ،، نیز ,,اندلس پر پہلا اسلامی حمله عهد عثمانی میں ۲۷ ھ میں کیا گیا ۔ (ملاحظه ھو ۔ حصه اول ص ٦۳)

۳ ۔ قدیم و جدید تمام مورخین اس بات پر متفق ھیں که سر زمین اندلس کی فتوحات کا آغاز اموی خلیفه ولید بن عبدالملک کے دور میں ہوا ۔ چنانچه پہلے پہل طریف کی سرکردگی میں جریزہ طریف پر فوجکشی (رمضان ۹۱ھ/جولائی ۷۱۰ء میں) ہوئی ۔ المقری نے اپنی مشہور ترین ضخیم کتاب میں الحجازی اور ابن حبان کے حواله سے لکھا ہے (اول من دخل جزیرۃ اندلس من المسلمین برسم الجهاد طریف) ملاحظه ھو (المقری التلمسانی ، ۱۰۳۱ ھ نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیبه ۔ تحقیق و تعلیق ۔ محمد محی الدین عبدالحمید ۔ المکتبة الهندیه ۔ مصر ۱۹۳۹ء طبع اول ج ۱ ص ۲۱۳) جبکه موسی بن نصیر کا نائب طارق بن زیاد اگلے سال (۹۲ ھ/۷۱۱ ء) وھاں پہنچا اور مغربی قوطی شہنشاہ راڈرک (لذریق/ ازریق) سے اسکی فیصله کن جنگ (۲۸ رمضان ۹۲ھ/ ۱۹ جولائی ۷۱۱ ء) کو) ہوئی ۔ اس کے بعد بتدریج شہر پر شہر فتح ہوتے چلے گئے ۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے : اردو دائرہ معارف اسلامیه ۔ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاھور ، ۱۹٦۳ء ج ۳ (ص ۳۳۷ تا ۳۳۹) وغیرہ ۔

۴ ۔ راڈرک کی شکست کے بعد اندلس اپنی خود مختارانه حیثیت کھو بیٹھا ۔ پورے جزیرہ نما پر رفته رفته اسلامی اقتدار قائم ہوتا چلا گیا اور اسطرح اندلس دمشق کی اموی خلافت کا ایک حصه (صوبه) بن گیا جسکا طارق بن زیاد (۹۲ ۔ ۹۳/۷۱۱ ۔ ۷۱۲) کے بعد پہلا والی عبدالعزیز بن موسی (۹۷ ۔ ۹۸/۷۱٦ ۔ ۷۱۷) تھا اور آخری (۲۳ واں والی) یوسف بن عبدالرحمن الفهری (۱۳۸/۷۵٦) تھا اس کے بعد اندلس میں عبدالرحمن الداخل کی آزاد و خود مختار حکومت کا آغاز ہوا ۔

۵ ۔ اندلس پر اسلامی اقتدار کے مختلف مراحل ھیں ۔ آغاز دور ولایت (۷۱۲ ۔ ۷۵٦) سے ہوا ۔ پھر خود مختارانه امارت (۷۵٦ ۔ ۹۲۹) اس کے بعد دور خلافت (۹۲۹ ۔ ۱۰۳۱) اس کے ساتھ ھی بساط اقتدار لپٹ گئی ۔ اُمویوں کے بعد ایک طرف تو شمالی عیسائی ریاستوں کا فروغ ھو اور دوسری طرف مختلف علاقوں (قرطبه، مالقه، اشبیلیه، طلیطله، سرقسطه، المریه، بطلیوس، غرناطه وغیرہ) پر طوائف الملوک نے خود مختارانه حکومتیں قائم کر لیں ۔ اس کے پھر تین

مراحل هیں ـ پہلے (١٠١٠ تا ١٠٩١) بنو جہور، بنو حمود، بنوزیری، صقالیہ، بنو ہود، بنو ذوالنون اور بنوعباد، ثانیاً شمالی افریقہ کے مرابطین (٩١ ١٠ ـ ١١٤٧) اور موحدین (١١٤٧ ـ ١٢٢٣) کا سکہ چلتا رہا جبکہ تیسرے اور آخری مرحلہ میں بنو نصر (١٢٣٢ـ ١٣٩٢ء/ ٦٢٩ ـ ٨٩٨ ھ) کا قائم کردہ آخری غرناطی حصار بھی ٹوٹ گیا ـ

٦ ـ اندلس میں مسلمانوں کے اقتدار کا خاتمہ ١٣٩٢ء/٨٩٨ ھ میں ہوا۔ انقراض حکومت کے بعد اندلس کے مختلف علاقوں میں جو مسلمان بچے کھچے رہ گئے تھے اُن پر عیسائی حکمرانوں کے وحشیانہ مظالم، جابرانہ سلوک اور بزور شمشیر انہیں عیسائی بنانے کے لئے طاقت کا بے دریغ استعمال خود عیسائی مورخوں کے نزدیک ہر طرح بےجواز تھا ـ مسلمانوں کا یہ عبرتناک انجام تاریخ انسانی و اسلامی میں منفرد حیثیت رکھتا ہے ـ ١٣٩٢ء میں زوال اقتدار کے بعد صلیبیوں نے ہر عہد وپیماں کی دھجیاں اڑا دیں، خود مسلمانوں سے انکا تشخص چھین لیا گیا ـ انہیں Moricos کہا جانے لگا، ان پر جبریہ ٹیکس (Cenasreales) لگایا گیا، ان کو نماز کی ادائیگی سے روکا گیا، اور بہ جبر عیسائی بنانے کے بعد بھی ان کو Perrosmoros(یعنی Moorish Dogs) کہہ کر نشانۂ نفرت و ملامت بنایا گیا ـ یہ ان مسلمانوں کا عبرت ناک انجام تھا جو کبھی برسراقتدار تھے ـ جو اپنی رعایا کے لئے عموماً مگر غیر مسلم باشندوں کے لئے خصوصاً ملاطفت و مروت، ترحم و تنعم کے چمن آراستہ کرتے رہے مگر خود ان کے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا اسے بلاچشم نم کون بیان کر سکتا ہے ـ [دیکھئے ـ اسٹینلے لین پول، دی مورس ان اسپین ـ پبلشرز یونائیٹڈ لمیٹڈ ـ لاہور (تاریخ طبع درج نہیں) خصوصاً باب Bearing the Cross (ص١٧٦ تا ص١٨٢) نیز ملاحظہ ہو: امام الدین، ڈاکٹر ایس، ایم ـ اے، پولیٹیکل ہسٹری آف مسلم اسپین ـ نجمہ سنز، کراچی ١٩٨٣ء ضمیمہ ب ص ٣٧٢ و مابعد] ـ

٧ ـ برق نے لکھا ـ ,,یورپ صدیوں تک وحشت و بربریت اور تہ بہ تہ جہالت میں گرفتار رہا ـ وہاں تہذیب و اخلاق کا کوئی تصور نہیں تھا ـ آٹھویں صدی عیسوی میں مسلمان اسپین پہنچے اور سو سال بعد سسلی میں وارد ہوئے ـ یہ اپنے ساتھ تاریخ فلسفہ، طبیعات، کیمیا، طب، ریاضی، شعر و ادب، تاریخ، علم الکلام، اور دیگر درجنوں علوم لے گئے تھے ـ رفتہ رفتہ یہ علوم اٹلی، جرمنی، فرانس، اور دیگر ممالک میں پہنچے اور بارھویں صدی میں یورپ مائل بہ عَلم ہو گیا، یہ شوق بڑھتا ھی گیا یہاں تک کہ سولھویں صدی میں ایک عام بیداری پیدا ہو گئی جسے یورپ کی حیاۃ ثانیہ کہا جاتا ہے،، ـ (برق، ڈاکٹر غلام جیلانی ـ یورپ پر اسلام کے احسان ـ شیخ غلام علی اینڈ سنز ـ لاہور ١٩٧٥ء ـ ص ٧٥، ٧٦) ـ

٨ ـ رابرٹ بریفالٹ، تشکیل انسانیت (اردو ترجمہ) عبد المجید سالک مجلس ترقی ادب، لاہور ١٩٦٦ء، ص ٢٩٢ ـ

٩ ـ ڈنلپ، ڈاکٹر ڈی ایم ـ عریبک سائنس ان دی ویسٹ ـ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ـ کراچی ١٩٥٨ء ص ١٦٠ ـ

١٠ ـ محمد کرد علی ـ غابر الاندلس و حاضرھا ـ المطبعة الرحمانیه ـ مصر ١٩٢٣ء ص ٥٢

١١ ـ برق، یورپ پر اسلام کے احسان، ص ٨٧ ـ

١٢ ـ لین پول (مورس ان اسپین) ص ٨٥ ـ ١٨٣ ملخصاً ـ

١٣ ـ ایضاً ـ

۱۴ ـ ان نمونوں کی ایک جھلک لین پول کی کتاب کے چودھویں باب [Bearing the cross] میں بخوبی دیکھی جا سکتی ہے ـ (ص ۱۷٦ تا ۱۸۴) برق نے نقل کیا ہے کہ ,, ۱٦۱۰ ء میں تمام مسلمانوں کو ترک ملک کا حکم مل گیا ـ ڈیڑھ لاکھ عربوں کا ایک قافلہ بندرگاہ کی طرف جا رہا تھاکہ بلیڈا نامی ایک پادری نے غنڈوں کو ساتھ ملا کر اُس قافلہ پر حملہ کر دیا ـ ایک لاکھ نفوس قتل کر ڈالے ، اس کے بعد مسلمانوں کے گھروں ، گلیوں اور بازاروں میں قاتلانہ حملے شروع ہو گئے اور ۱٦۳۰ء میں ایک بھی مسلمان اسپین میں باقی نہ رہا ـ (یورپ پر اسلام کے احسان ص ۸۷ ، ۸۸) .

۱۵ ـ اسپین میں مسلمانوں کے بڑے بڑے ثقافتی مرکز چار تھے ـ قرطبہ، غرناطہ ، اشبیلیہ ، اور طلیطلہ ـ ہر مرکز میں عظیم الشان کتب خانے تھے جنھیں بعد میں پادریوں نے جلا دیا ـ صرف طلیطلہ میں وہاں کے بشپ زمنیز (Xminea ۱۴۳۷ ـ ۱۵۱۷ء) نے مسلمانوں کی ۸۰ ہزار کتابیں نذر آتش کر دیں (ایضاً ص ۹٦) ـ جاہل اور وحشی عیسائی بادشاہوں اور پادریوں نے ساٹھ لاکھ سے زیادہ کتابیں جلا دیں ، ۷ لاکھ اسکندریہ میں ، ۱۵ لاکھ اسپین میں ، ۳۰ لاکھ طرابلس میں، ۳ لاکھ سسلی میں اور کتی لاکھ قسطنطنیہ ، ایشیائے خورد ، فلسطین و دمشق اور یورپ کے مختلف حصوں میں ـ (ایضاً ص ۹۷ ، ۹۸) ـ

۱٦ ـ دیکھئے ابن الفرضی ـ حافظ ابی الولید عبداللہ بن محمد بن یوسف الازدیء تاریخ العلماء و الرواۃ للعلم بالاندلس ـ مکتبہ الخانجی ـ مصر ۱۹۵۴ء ـ

۱۷ ـ (نفح الطیب) ص ۱۵۱ و ما بعد ج ۳ ـ

۱۸ ـ ایضاً ص ۱۷۱ تا ص ۱۹٦ (ج ۳) ـ

۱۹ ـ دیکھئے : ابن بشکوال ، ابی القاسم خلف بن عبدالملک ـ کتاب الصلۃ ـ المکتبۃ الاندلسیہ (الدار المصریہ للتالیف والترجمہ) قاہرہ ۱۹٦٦ء ـ

۲۰ ـ ملاحظہ ہو : الحمیدی ، ابی عبداللہ محمد بن فتوح بن عبداللہ ـ جذوۃ المقتبیس فی ذکرولاۃ الاندلس (مقدمہ ـ زاہد الکوثری) مطبعۃ السعادۃ ـ مصر ۱۹۵۲ء ـ

۲۱ ـ ابن خلکان ـ القاضی أحمد ـ وفیات الاعیان و أنباء ابناء الزمان (ویلیہ فوات الوفیات لصلاح الکتبی) مطبعۃ المیمنیہ مصر ، ۱۳۱۰ھ ـ

۲۲ ـ السخاوی ، شمس الدین محمد بن عبدالرحمن ـ الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ ـ مکتبہ القدسی ـ دمشق ۱۳۴۹ ھ ـ

۲۳ ـ دیکھئے ص ۳۳۵ تا ۳۹۵ (کل ۲۸ علماء کا تذکرہ ـ ادیب و شاعر (٦) طبیب (۳) صرف ونحو (۲) مورخ (۳) فقیہ و محدث (۱۰) ، صوفی (۱) ، فلسفی (۱)) ـ

۲۴ ـ رشید اختر ندوی ـ تہذیب و تمدن اسلامی ـ ادارۂ ثقافت اسلامیہ ـ لاہور ـ

۲۵ ـ عبدالقوی ضیاء ـ تاریخ اندلس ـ ایجوکیشنل بکڈپو ـ حیدرآباد ۱۹۵۷ء ـ

۲٦ ـ سیرت نگاری کیا ہے ، اس کی تعریف ، عناصر و لوازم ، تقاضے ، اصول و ضوابط وغیرہ پر گفتگو ایک الگ بحث کی متقاضی ہے جسکا یہاں موقع نہیں ـ لیکن سیرت اور علم و فن سیرت نگاری کے حوالہ سے عمومی گفتگو کے لئے ملاحظ ہو : اردو دائرہ معارف اسلامیہ ـ دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۷۵ء (ج ۱۱ ص ۵۰۵ تا ۵۰۹) نیز دیکھئے ـ ڈاکٹر سید عبداللہ فن سیرت نگاری پر ایک نظر ـ ماھنامہ فکرونظر ـ اسلام آباد ـ اپریل ۱۹۷٦ء ج ۱۳ شمارہ نمبر ۱۰ (ص ۸۲۵ تا ۸۳۳) ـ

۲۷ ـ اردو دائرۂ معارف اسلامیه کے مطابق ,,بنوامیه کے عہد میں اس فن نے ترقی کی ، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مغازی کی طرف خاص توجه کی ـ ان کے حکم سے عاصم بن عمر بن قتادہ (م۱۲۱ھ) مسجد دمشق میں مغازی و مناقب کا درس دیا کرتے تھے اسی زمانه میں ابن شہاب الزہری (م ۱۲۴ ھ) نے مغازی پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اُن کے زیر اثر اس فن کا ذوق عام ہوا (ج ۱۱ ص ۵۰۷) سیرت نبوی کے قدیم مآخذ اور سیرت نگاری کے اولین معماروں میں سے موسی بن عقبه (م ۱۴۱ ھ) ، ابن اسحاق (م ۱۵۰ ھ)، ابن ہشام (م ۲۱۸ ھ) واقدی (م ۲۰۷ ھ) اور ابن سعد (م ۲۳۰ ھ) شامل ہیں ـ
مزید تفصیل کے لئے دیکھئے [ڈاکٹر شیخ عنایت الله ـ رسول اکرم کے سیرت نگار ـ ماہنامه فکرونظر اسلام آباد ـ ج ۸، شماره ۱۲، جون ۱۹۷۱ء ص ۸۸۷ و مابعد) نیز ملاحظه[ـ ڈاکٹر نثار احمد فاروقی ـ ارلی مسلم ہسٹوریوگرافی ـ اداره ادبیات دہلی ـ ۱۹۷۹ء باب نہم ، ص ۲۱۴ ومابعد] ـ

۲۸ ـ اردو دائره معارف اسلامیه ، ج ۳ ، ص ۳۳۹ ـ

۲۹ ـ المقری،ج ۱ ، ص ۲۲۵ ـ

۳۰ ـ عنان ـ محمد عبدالله ، دولة الاسلام فی الاندلس من الفتح الی نهایة مملکة غرناطة ـ مطبعة لجنة التالیف و الترجمة والنشر ـ مصر ۱۹۴۳ء ـ ص ۴۳ ـ

۳۱ ـ الحمیدی نے لکھا ہے : موسیٰ بن نصیر ابو عبدالرحمن صاحب فتح الاندلس وکان امیر افریقیة و المغرب ولیها فی ۷۹ ھ وهو من التابعین روی عن تمیم الداری روی عنه مسروق الیحصبی .... (جذوة المقتبس ص ۳۱۷) اور ابن خلکان نے بھی یہی تصریح کی ہے ـ (وفیات ج ۲ ص ۱۳۳) ـ

۳۲ ـ ابن الفرضی کے مطابق (دخل الاندلس من التابعین ـ حنش بن عبدالله وعلی بن رباح[۳] ، ابو عبدالرحمٰن[۳] الحلبی و موسی بن نصیر[۴] ص۲۸) ان میں شامل تھے ـ جبکه الحمیدی نے جہاد اندلس میں شریک تابعین میں محمد بن اوس[۵] بن ثابت الانصاری ، عبدالرحمٰن[۶] بن عبدالله الغافقی ، زید[۷] بن قاصد ، کو شمار کیا ہے (دیکھئے ص ۷) المقری کی فہرست میں حیاة[۸] بن رجاء التمیمی ، حبان[۹] بن ابی جبلة القرشی کا اضافه ہے (ج ۱ ص ۲۵۹ ومابعد) ـ

۳۳ ـ علامه المقری نے عنوان ہی یه قائم کیا ہے [بعض من دخل الاندلس من الصحابة ومن التابعین] اور لکھا ہے (رجل واحد من اصاعز الصحابة و هو المنیذر ..... الخ) ملاحظه ہو (ج ۱ ص ۲۵۹) پر یه تفصیل دی ہے که ایک سے زیاده مورخین نے لکھا ہے که کوئی صحابی اندلس نہیں آئے ـ نیز لکھا ہے ـ که ابن عبدالبر نے کتاب الاستیعاب میں انکا ذکر صحابه سے کیا ہے اور بقول ابن بشکوال الاستیعاب میں انکا نام منیذر الافریقی لکھا ہے اور اُن سے ایک حدیث بھی روایت کی ہے ـ (ایضاً) المقری کا دوسری جگه بیان یه ہے ـ ,,المنیذر الذی یقال انه صحابی رای رسول الله ،، ـ (ج ۳ ص ۳). ـ

۳۴ ـ بخوف طوالت ہم نے علماء و فضلاء کے نام اور کام ذکر نہیں کئے ـ تفصیل کے لئے ابن الفرضی سے رجوع کیا جا سکتا ہے ـ

۳۵ ـ ابن الفرضی ، ج ۱ ص ۲۳۰

۳۶ ـ ایضاً ص ۳۸۷

۳۷ ـ ایضاً ص ۱۸۲

۳۸ـ ایضاً ص ۲۲۵

۳۹ـ ایضاً ص ۳۰۰

۴۰ـ وفیات ، ج ۲ ، ص ۲۱۶

۴۱ـ ابن الفرضی (ج ۱) کے مطابق صرف یحیی بن یحیی سے روایت و سماعت کا شرف رکھنے والوں میں سے چند نام یہ ھیں ـ احمد بن الولید (ص ۳۳) احمد بن مروان (ص ۳۵) سعید بن محمد بن بشیر (ص ۱۹۲) عبدالرحمن بن ابراهیم (ص ۳۰۱) عبدالرحمن بن محمد بن ابی دیم (ص ۳۰۳) عمر بن موسی الکتانی (ص ۳۶۳) فضل بن الفضل (ص ۳۹۳) ، وغیرہ وغیرہ ـ

۴۲ـ لسان الدین الخطیب نے لکھا ہے : وکان عبدالرحمن من اهل العلم و علی سیرة جمیلة من العدل ..... وکان عبدالرحمن بن معاویة فصیحاً بلیغاً حسن التوقیع ... معدوداً من اهل العلم و علی سیرة حسنة . ملاحظه هو : ابن الخطیب ، ذی الوزارتین لسان الدین ـ تاریخ اسبانیة الاسلامیة او کتاب الاعمال الاعلام تحقیق و تعلیق لیفی بروفنسال (Edehvi Provenal) دارالمکشوف ـ بیروت ۱۹۵۶ء (طبع ثانی) ص ۱۰ ـ

۴۳ـ ابن الخطیب کے مطابق و کان هشام الرضی من ائمة العدل و بمنزلة عمر بن عبدالعزیز فی قومه بالاندلس (ص ۱۲) مزید (وکانت ایام هشام خیر ایام عافیة و هدوء وعدّہ ابو محمد بن حزم ثالث ثلاثة من العدول فی بنی امیة خاصةً (ایضاً ص ۱۳) عبدالله عنان نے ابن عبدربّه کا یه قول نقل کیا ہے : کان احسن الناس وجهاً واشرفهم نفساً آلکامل المروۃ الحاکم بالکتاب و السنة ..... وکان یذهب مذهب عمر بن عبدالعزیز (ص ۲۲۰ ـ ۲۱۹) ـ

۴۴ـ عبدالله عنان ص ۲۲۵ ـ

۴۵ـ ایضاً ـ

۴۶ـ الحمیدی ص ۱۱ـ

۴۷ـ الحمیدی کے الفاظ هیں : وکان مُحباً للعلوم موثراً لاهل الحدیث ، عارفاً حسن السیرة (ص ۱۱ ، ۱۲) ـ

۴۸ـ ایضاً ص ۱۲ قوسین میں تشریحی جملوں کا اضافه اردو دائرۃ معارف اسلامیه کے مقاله سے ماخوذ ہے دیکھئے (ج ۳ ص ۶۹۹)

۴۹ـ دیکھئے اردو دائرۃ معارف اسلامیه ج ۳

۵۰ـ الحمیدی ص ۶۳ ، ۶۴ـ

۵۱ـ ایضاً

۵۲ـ ایضاً ص ۸۷ مزید تفصیل کے لئے ملاحظه هو : اسماعیل باشا البغدادی ، هدیة العارفین اسماء المؤلفین و آثار المصنفین ، مطبعة المعارف ـ استانبول ، ۱۹۵۱ء ـ

۵۳ـ اردو دائرہ معارف اسلامیه ج ۳ ص ۶۹۹

۵۴ـ الحمیدی ص ۲۶۳ ، ۲۶۴

۵۵ـ ایضاً ، ص ۳۱۱ ، ۳۱۲ ـ

۵۶ـ ایضاً ص ۳۸

۵۷ـ الحمیدی نے لکھا ہے : وکان حسن السیرة جامعاً للعلوم محباً لها مکرما باهلها و جمع من الکتب فی انواعها مالم یجمعه احد من الملوک قبله هنالک و ذلک بارساله عنها الی الاقطار و

اشترائه لها بأعلى الاثمان و نفق ذلک علیه فحمل الیه ۔ (دیکھئے ۔ جذوہ ص ۱۳) حکم کے عہد میں سرکاری شاہی لائبریری میں صرف مخطوطات کی تعداد ٦ لاکھ تھی ، جسمیں سے ۴ لاکھ سے کم میں تو کسی کو شبہ نہیں ۔ المقری اور ابن خلدون کے مطابق شاہی لائبریری کی نامکمل فہرست ھی کم از کم ۴۴ مجلدات پر مشتمل تھی ۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو امام الدین ص ۱۷۸ تا ۱۸۴ ۔

۵۸ ۔ محمد کرد علی ص ۵۴ ، ۵۵

۵۹ ۔ الحمیدی ص ۱۹ ، ۲۰

٦۰ ۔ محمد کرد علی ص ۲۷

٦۱ ۔ یوسف الموتمن باللہ خود بھی علم ریاضی کا بڑا ماہر تھا ۔ چنانچہ اس نے اس مضمون کی متعدد کتابیں تالیف کیں جن میں کتاب الاستکمال والمناظر بہت اہم ہے ۔ اس کا انتقال ۴۷۸ھ/ ۱۰۸۵ ء میں ہوا ۔ (ثناء الحق صدیقی ۔ ضمیمہ ۔ مرتب (ترجمہ اردو لین پول) مسلمان اندلس میں ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۔ ت ۔ ط ۔ ن) ص ۳۷۹) ۔

٦۲ ۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۹٦٦ء ، ج ۲ ، ص ۷۷۷ ۔

٦۳ ۔ ایضاً ج ۱ ص ۵۹۵

٦۴ ۔ نواب ذوالقدر جنگ اپنی کتاب کے حصہ چہارم میں علمائے اندلس کا آغاز ابن عبد ربہ سے کرتے ھیں اور لکھتے ھیں کہ : ,,اپنے وقت کا عالم تھا اور بالخصوص علم حدیث اور فن تاریخ میں ذی مرتبہ اور مستند محقق مانا جاتا تھا ،، ۔ (خلافت اندلس ص ۳۳۵) ابن الاثیر کے مطابق اس نے بقی بن مخلد ، ابن وضاح اور حشنی سے سماعت حدیث کی تھی ۔ (دیکھئے : ابن الاثیر المورخ الکبیر عزالدین ابی الحسن۰ ٦۳ء ۔ اللباب فی تهذیب الانساب مکتبه القدسی ، قاهره ۱۳۵۷ ھ ۔ ج ۱ ص ۱٦۱) ابن خلکان رقمطراز ھیں ,,کان من العلماء المکثرین من المخطوطات والاطلاع علی اخبار الناس وصنف کتابه العقد ،، ... (وفیات ج ۱ ص ۳۳) سیوطی ابن الاثیر کے بیان کی توثیق کرتے ہوئے سماعت حدیث بھی تسلیم کرتے ھیں ۔ (السیوطی ، جلال الدین ۔ بغیة الوعاہ مطبع السعادۃ ، ۱۳۲٦ء ، ص ۱٦۱) ۔

٦۵ ۔ ابن حزم کی کتاب ,,جوامع السیرۃ،، دار المعارف مصر سے ڈاکٹر احسان عباس اور ڈاکٹر ناصر الدین اسد کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی جس کے شروع میں محققانہ مقدمہ شامل ہے ۔ اور اس کی عکسی نقل دار نشر الکتب الاسلامیة لاہور نے شائع کی (تاریخ طبع نامعلوم) اور جو اس وقت ھمارے سامنے ہے ۔

٦٦ ۔ محمد اجمل اصلاحی ۔ ابن حزم الاندلسی اور جوامع السیرۃ ۔ نقوش ۔ رسول نمبر (مرتبہ محمد طفیل) ادارہ فروغ اردو ، لاہور ، ۱۹۸۲ء ، ج ۱ ، ص ٦۰۳ ۔

٦۷ ۔ ایضاً ۔ ابن ھشام اور سیرت ابن ھشام کے عنوان سے (محمد اجمل اصلاحی صاحب کا مفصل محققانہ مقالہ جو سیرت ابن ھشام کے مکمل تعارف اور متعلقہ مباحث پر حاوی ہے) ۔ تفصیل کے لئے دیکھئے (نقوش رسول نمبر ، ج ۱ ، ص ۴۵۲ تا ص ۴۹۷) ۔

٦۸ ۔ ایضاً (اجمل اصلاحی ، ج ۱) ص ۴۸۵ ، ۴۸٦ سیرت ابن ھشام کی ترویج و اشاعت خاص طور سے ان تین برقی بھائیوں کے حصہ میں آئی جن کے واسطہ سے یہ کتاب مشرق و مغرب کے مختلف گوشوں میں پہنچ کر عام ہو گئی (یعنی محمد بن عبداللہ م ۲۴۹، احمد بن عبداللہ م ۲۷۰ عبدالرحیم بن عبداللہ م ۲۸٦ھ) پھر انکے شاگردوں سے روایت مزید شائع و ذائع ہوئی ۔

(ایضاً ۳۶۳ نیز ص ۳۸۳) ابن خیر اشبیلی کو سیرت ابن ہشام تمام واسطوں سے پہنچی تھی (ایضاً ، ص ۳۸۳) ۔

۶۹ ۔ ابن خلکان ، وفیات ج ۱ ، ص ۳۳ ۔

۷۰ ۔ ابن عبد ربہ کی ولادت اور وفات کے بارے میں تمام اصحاب رجال و مؤرخین متفق اللسان ہیں . تعجب ہے کہ ابن الفرضی کے یہاں سہو کیسے ہو گیا اور انہوں نے تاریخ وفات ,,سنة اثنتین و ثمانین و ثلاث مائة،، یعنی ۳۸۲ لکھدی (حالانکہ ,,سنة ثمان و عشرین و ثلاثمائة،، ہونا چاہئے تھا) ملاحظہ ہو ابن الفرضی (ج ۱ ص ۵۰) ۔

یہ اس لئے بھی غلط ہے (۳۸۲) کہ ابن عبد ربّہ کا انتقال فالج سے ۸۱ سال کی عمر میں ہوا (ایضاً) اس صورت میں تاریخ ولادت بھی متنازع ہو جائے گی ۔

۷۱ ۔ الحمیدی ص ۹۳ ۔

۷۲ ۔ ابن خلکان ج ۱ ص ۳۲ ۔

۷۳ ۔ اس وقت ہمارے سامنے المطبعة العامرة مصر کا ایڈیشن (سنة ۱۲۹۳ھ) ہے ۔ پہلی جلد (۳۹۸) صفحات دوسری (۳۷۸) صفحات اور تیسری (۳۶۱) صفحات پر مشتمل ہے ۔

۷۴ ۔ ملاحظہ ہو : ج ۳ ص ۶۰ ۔

۷۵ ۔ دیکھئے ج ۲ ص ۴۳ ۔

۷۶ ۔ ملاحظہ ہو : ابن خلکان ج ۱ ص ۳۳۰ ۔

۷۷ ۔ ایضاً ص ۳۳۰ ۔ ۳۳۱ ۔

۷۸ ۔ اجمل اصلاحی (ابن حزم الاندلسی اور جوامع السیرة) ج ۱ (نقوش) ص ۱۲۶ بحوالہ حمیدی .

۷۹ ۔ ابن خلکان ، ج ۱ ص ۳۳۰ ۔

۸۰ ۔ الذہبی ۔ العبر فی خبر من غبر (بتحقیق الدکتور صلاح الدین المنجد) دائرہ المطبوعات والنشر کویت ، ۱۹۶۱ء ج ۳ ، ص ۲۳۹ (انه اجتمع عنده بخط ابیه من تالیفه نحو اربعمئة مجلة) ۔ اسی بات کو ابن حجر نے لسان المیزان (ج ۴ ص ۱۹۹ ۔ مطبوعہ دائرة المعارف النظامیہ ۔ دکن ۱۳۳۱ھ) نے بھی نقل کیا ہے ۔

۸۱ ۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو : اجمل اصلاحی کا مضمون نیز اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱ ص ۳۸۶ و مابعد ۔

۸۲ ۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱ ص ۳۹۱ ۔

۸۳ ۔ اجمل اصلاحی کی توجیہ جس سے ہمیں اتفاق ہے ۔

۸۴ ۔ ابن العریف (۴۸۱ ۔ ۵۳۶) کے الفاظ یہ ہیں ۔ کان لسان ابن حزم المذکور وسیف الحجاج بن یوسف شقیقین ۔ (ابن خلکان ج ۱ ص ۵۴) ۔

۸۵ ۔ اجمل اصلاحی نے ایک فہرست ان مشاہیر علماء کی دی ہے جن سے ابن حزم نے استفادہ کیا (دیکھئے ص ۵۹۹) اس فہرست میں تین ناموں کا اضافہ مناسب ہے (۱) ابو عامر احمد بن ابی مروان عبدالملک بن مروان الاندلسی القرطبی (۳۸۲ ۔ ۴۲۶) ابن خلکان ج ۱ ص ۳۵ (۲) ابو الولید سلیمان بن خلف بن سعید بن ایوب ۔ المالکی الاندلسی الباجی (۴۰۳ ۔ ۴۷۴) ابن خلکان ج۱ ص ۲۱۵ (۳) احمد بن رشیق سے (۴۳۰ ۔ ۴۴۰ تک) استفادہ کیا ۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱ ص ۳۹۰) ۔

۸۶ ۔ اجمل اصلاحی (ابن حزم) ص ۶۰۴ تا ص ۶۰۷ ۔

۸۷ ـ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱ ص ۳۹۰ـ

۸۸ ـ ایضاً ص ۳۸۷ -

۸۹ ـ الحمیدی ص ۲۹۲ ـ

۹۰ ـ ابن حزم ـ حجة الوداع ـ

۹۱ ـ دیکھئے جوامع السیرہ (ملحقات) ص ۳٦۷ ـ ۳٦۸ ـ

۹۲ ـ ایضاً ص ۳٦۹ـ

۹۳ ـ ابن خلکان ، ج ۱ ص ۳۳۰ـ

۹۴ ـ ایضاً ، ج ۲ ، ص ۳۳۸ـ

۹۵ ـ ایضاً ص ۳۵۰ـ

۹٦ ـ الحمیدی ص ۳۳۳ـ

۹۷ ـ ایضاً ص ۳۳۵ـ

۹۸ ـ ابن خلکان ج ۲ ص ۳۳۸ـ

۹۹ ـ الدکتور شوقی ضیف ـ الدرر فی اختصار المغازی والسیر ـ ابن عبدالبر ـ المجلس الاعلی للشؤون الاسلامیة قاہرہ ۱۹٦٦ء (مقدمہ) ، ص ٦ ، ۷ ـ

۱۰۰ ـ ابن عبدالبر کی کتاب الدرر پر ڈاکٹر شوقی ضیف کے تعارف/مقدمہ کے اردو ترجمہ و تحشیہ پر مشتمل محمد اجمل اصلاحی کا مقالہ (نقوش رسول نمبر ، شمارہ نمبر ۱۳۰ ج ۱ ص ٦۱۵ تا ٦۳٦) بھی ہمارے سامنے ہے اور ڈاکٹر شوقی کے مقدمہ کا اردو ترجمہ اسی سے اخذ کیا گیا ہے ـ

۱۰۱ ـ ڈاکٹر شوقی ضیف ـ (مقدمہ) ص ۱۲ـ

۱۰۲ ـ ایضاً ـ

۱۰۳ ـ ایضاً ـ

۱۰۴ ـ ابن عبدالبر (الدرر) ص ۳۰ تا ۳۷ ـ

۱۰۵ ـ ڈاکٹر شوقی ضیف (مقدمہ) ص ۱۲ـ

۱۰٦ ـ ابن عبدالبر (الدرر) ص ۲٦۹ـ

۱۰۷ ـ ایضاً ص ۲٦۷ـ

۱۰۸ ـ ڈاکٹر شوقی ضیف ، ص ۱۳ ، ۱۰۹ـ

۱۰۹ ـ ایضاً ص ۱۳ـ

۱۱۰ ـ ایضاً ـ

۱۱۱ ـ ایضاً ص ۱۵ـ

۱۱۲ ـ ایضاً ص ۱۷ ـ

۱۱۳ ـ ایضاً ـ

۱۱۴ ـ السیوطی ، العلامہ الحافظ جلال الدین ، عبدالرحمن ـ بغیة الوعاہ فی طبقات اللغویین والنحاة ، مطبعة السعادة ، مصر (الطبعة الاولی) ۱۳۲٦ھ ص ۳۰۹

۱۱۵ ـ ابن حجر العسقلانی ـ لسان المیزان ، مطبعة مجلس دائرة المعارف النظامیة العثمانیة ، دکن ۱۳۳۱ ھ ، ٦ ، ص ۱۹۳ـ

۱۱٦ ـ السیوطی ـ (بغیة) ص ۳۰۹ ـ

۱۱۷ ـ ایضاً ـ

۱۱۸ ۔ ایضاً ۔
۱۱۹ ۔ ابن حجر (لسان) ج ٦ ص ۱۹۳۔
۱۲۰ ۔ محمد اجمل اصلاحی (نقوش رسول نمبر ج ۱ ، ص ۴۸٦) ۔
۱۲۱ ۔ ابن حجر (لسان) ج ٦ ص ۱۹۴۔
۱۲۲ ۔ کحالة عمر رضا ۔ معجم المولفین ، تراجم مصنفی الکتب العربیة ۔ مطبعة الشرقی ، دمشق ۱۳۷۸ھ ، ۱۹۵۸ء ، ج ٦ ، ص ۱۳۸۔
۱۲۳ ۔ ابن خلکان ج ۱ ص ۲٦۸ ۔
۱۲۴ ۔ ایضاً ۔
۱۲۵ ۔ ایضاً ۔
۱۲٦ ۔ نواب ذوالقدر جنگ (خلافت اندلس)
۱۲۷ ۔ ذہبی (تذکرة الحفاظ) ج ۴ ص ۹۹ ۔
۱۲۸ ۔ ابن خلکان ج ۱ ص ۳۹۲۔
۱۲۹ ۔ ایضاً ص ۲۹۲ ۔ ۳۹۳ ۔
۱۳۰ ۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو : محمد عبدالحکیم شرف قادری ۔ قاضی عیاض ۔ (نقوش رسول نمبر) لاہور ج ۱ ص ٦۳۸ نیز دیکھئے : ڈاکٹر تقی الدین ندوی ۔ سیرت نبوی کے قدیم و اولین مآخذ اور ان کا تنقیدی جائزہ ۔ معارف ۔ دار المصنفین اعظم گڑھ (ج ۱۲۷ شمارہ ٦) جون ۱۹۸۱ء ، ص ۴۳ ۔ ۴۴۲ ۔
۱۳۱ ۔ ابن خلکان ج ۱ ص ۳۹۲۔
۱۳۲ ۔ ڈاکٹر تقی الدین ندوی ص ۴۴۳ ۔
۱۳۳ ۔ حاجی خلیفه ۔ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ۔ مطبع معارف (المطبعة البہیة) ۱۹۴۱ء ، ۱۳٦۰ ھ ج ۱ ص ۱۰۵۳۔
۱۳۴ ۔ ایضاً ص ۱۰۵۳ تا ۱۰۵۵۔
۱۳۵ ۔ عبدالحکیم شرف قادری ص ٦۴۲ ۔
۱۳٦ ۔ ایضاً ص ۴۳ ۔ ٦۴۲۔
۱۳۷ ۔ ابن فرحون الیعمری المدنی المالکی ، برہان الدین ابراہیم علی بن مہرین الدیباج المذہب فی معرفة أعیان علماء المذہب ۔ مصر ۱۳۵۱ ھ ۔ ص ۱۷۰ ۔
۱۳۸ ۔ عبدالحکیم شرف قادری ص ٦۴۰۔
۱۳۹ ۔ دیکھئے : نقوش (رسول نمبر) ج ۱ ص ٦۴ نام کی حد تک اس کا حوالہ ڈاکٹر تقی الدین کے مقاله (ص ۴۴۳) میں بھی ہے ۔
۱۴۰ ۔ ابن خلکان ج ۱ ص ۱۷۲۔
۱۴۱ ۔ ایضاً دیکھئے : سرکیس ، یوسف الیان ۔ معجم المطبوعات العربیة ۔ مطبعة سرکیس مصر ج ۱ ، ص ۳٦ ، ۱۹۲۸ء ۔
۱۴۲ ۔ ذہبی ۔ (العبر فی خبر) ج ۴ ص ۲۴۳ ۔
۱۴۳ ۔ ابن فرحون ص ۱۱۴ ۔ تعجب ہے ابن فرحون نے ابن بشکوال کی تاریخ وفات ۵۹۸ ھ لکھی ہے (ایضاً) جو غلط ہے ۔

۱۳۴ ـ ابن بشکوال ـ کتاب الصلة ـ الدار المصریة للتالیف والترجمه ـ (المکتبة الاندلسیه) قاهره مصر ۱۹٦٦ء ، دیباچۂ کتاب میں جہاں مولف کا ترجمه مذکور ہے وہاں ذہبی کے حواله سے ۱۸ کتابوں کی فہرست بھی دی گئی ہے (ص ۲) ـ فہرست میں یه بھی شامل ہے ـ
۱۳۵ ـ ابن خلکان ج ۱ ص ۲۸۰ـ
۱۳٦ ـ ایضـاً ـ
۱۳۷ ـ ذہبی (العبر) ج ۳ ص ۲۳۳ـ
۱۳۸ ـ السہیلی ، ابی القاسم عبدالرحمن بن عبدالله بن احمد بن ابی الحسن الحنفی ـ کتـاب الروض الانف ـ فی تفسیر ما اشتمل علیه حدیث السیرة النبویة لابن ہشام و بهامشه ,,السیرة النبویة،، ـ مطبعة الجمالیة مصر۱۹۱۴ء ، مقدمه ، ص ۳ـ
۱۳۹ ـ ڈاکٹر شیخ عنایت الله ـ رسول اکرم کے سیرت نگار ـ فکرونظر ، اداره تحقیقات اسلامی اسلام آباد ، ج ۸ شماره ۱۲ ـ جون ۱۹۷۱ء ص ۸۹۵ ـ
۱۴۰ ـ السیوطی (بغیه) ص ۳۹۲ ـ
۱۴۱ ـ الخشنی ، ابو ذر بن محمد بن مسعود ـ شرح السیرة النبویة (روایة ابن ہشام) مطبعة ہندیه ـ مصر ۱۳۲۹ ھـ ج ۱ ص ۲ ـ
۱۴۲ ـ ابن خلکان ج ۱ ص ۳۸۳ـ
۱۴۳ ـ ایضاً ج ۱ ص ۳۸۱ـ
۱۴۴ ـ ذہبی ـ (تذکرة الحفاظ)ـج ۴ ص ۲۰۲ـ
۱۴۵ ـ ایضاً ص ۲۰۳ـ
۱۴٦ ـ ذہبی (العبر) ج ۵ ص ۱۳۸ـ
۱۴۷ ـ کحاله ـ ج ۴ ص ۲۷۷ـ
۱۴۸ ـ علامه ذہبی نے تذکرة الحفاظ میں کتاب کا نام المکتفی فی مغازی المصطفی لکھا (ج ۴ ص ۲۰۲)ـ
۱۴۹ ـ کحاله نے کتاب کا یہی نام لکھا ہے ـ جبکه اردو دائره معارف اسلامیه میں ,, الاکتفاء فی مغازی رسول الله ،، درج ہے (ج ۱۱ ص ۵۰۸) اور فہرست کتب سیرت (بسلسله نمائش کتب سیرت (۲ ـ ۱۹ مئی ۱۹٦۳ء) بمقام اسلامیه کالج لاہور) مجلس اسلامیات لاہور ۱۹٦۳ء میں کتاب الاکتفاء فی مغازی المصطفی والثلاثة الخلفاء (ص ۲۴ شماره ۲٦) درج ہے ـ
۱٦۰ ـ ابن العماد الحنبلی م ۱۰۸۹ ھـ ، المورخ الفتیه الادیب ابی الفلاح عبدالحئی ـ شذرات الذہب فی اخبار من ذہب ، مکتبه القدسی ـ قاهره ۱۳۵۰ ھـ ، ج ٦ ، ص ۱۰۸ـ
۱٦۱ ـ الذہبی ـ العبر فی خبر من غبر ـ دار الکتب العلمیه ـ بیروت ۱۹۸۵ء ج ۳ ص ۹۹ نیز دیکھئے ذہبی (تذکره الحفاظ ج ۴ ص ۲۸۵) ـ
۱٦۲ ـ ابن سید الناس ـ عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر ـ مکتبه القدسی ـ قاهره ۱۳۵٦ ھـ ـ
۱٦۳ ـ ایضـاً ـ دیکھئے (ترجمة المؤلف) ـ
۱٦۴ ـ سرکیس (معجم المطبوعات) ج ۱ ص ۱۲٦ـ
۱٦۵ ـ ڈاکٹر شیخ عنایت الله ـ ص ۲۰۱ـ

۱٦٦ ـ دیکھئے ابن سید الناس ـ (عیون ص ۳۳۲ و مابعد) (ذکر الاسانید التی وقعت لی من المصنفین) ـ

۱٦۷ ـ عیون الاثر کی پہلی جلد مع فہرست ۳۱۰ صفحات پر مشتمل ہے ـ

۱٦۸ ـ کل صفحات مع فہرست (۳٥٦) ـ

۱٦۹ ـ ابن عبد البر (الدرر) مقدمہ ص ۱۷ تا ۱۹ ـ

۱۷۰ ـ دیکھئے ج ۱ ص ٥۰٦ ـ ابن خلدون کے حالات کے لئے اسی کو زیادہ سامنے رکھا گیا ہے ـ

★★★